حضور مفتئ اعظم ہند کے

سیاسی افکار

مُصنّف

مُحمّد شہاب الدین رضوی

رضا اکیڈمی ممبئی ۳

بفیض شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری قدس سرہ

مفتی اعظم کے سیاسی افکار

محمد شہاب الدین رضوی

ناشر

رضا اکیڈمی

۲۶، کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

سلسلہ اشاعت کتب رضا اکیڈمی ۲۵۵

نام کتاب :------------- حضور مفتی اعظم کے سیاسی افکار

مصنف :------------- مولانا محمد شہاب الدین رضوی

نظر ثانی :------------- مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری مدظلہ

ضخامت :------------- ۱۷۶

سن اشاعت :------------- شعبان ۱۴۲۰ھ/ نومبر ۱۹۹۹

تعداد :------------- ۱۱۰۰/ گیارہ سو

تقسیم کار :------------- فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

قیمت :-------------

رابطہ

محمد شہاب الدین رضوی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا سوداگران بریلی شریف

فون نمبر ۴۵۸۵۴۳، ۴۷۲۱۶۶

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

فون نمبر ۳۷۳۷۶۸۱

تقریظ

امین ملت الحاج ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی تصنیف لطیف "حضور مفتی اعظم کے سیاسی افکار" آپ کے سامنے ہے----مصنف نے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ کی اہم سیاسی تحریکات اور انکا مفتی اعظم سے کیا تعلق رہا، اس موضوع پر بڑی دیدہ ریزی اور جاں فشانی سے اپنا مقالہ مکمل کیا ہے۔

عوام کو گمراہ کیا جاتا رہا ہے کہ مفتی اعظم ہند نرے پیر اور تعویذ نویس تھے -----جب کہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔ جلیل القدر فقیہ، محدث، مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ انکی تصنیفی خدمات سے روگردانی ممکن نہیں ہے۔

زیر نظر تصنیف سے علم ہوتا ہے کہ اسلام اور سنیت کی مخالف تحریکوں کے خلاف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے علم بلند کیا----اور دین وسنت کی آبیاری میں نمایاں حصہ لیا۔

عزیزی مولوی محمد شہاب الدین رضوی مبارکباد ہیں کہ انہوں نے مفتی اعظم کی مبارک حیات کے ان پہلوؤں سے پردہ اٹھایا جو ابھی تک نظر انداز ہو رہے تھے -----اللہ تعالیٰ انکے قلم کو مزید روانی عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ الحبیب الامین و علی آلہ و صحبہ اجمعین

سید محمد امین

۹ رجب ۱۴۲۰ھ /۱۹ر اکتوبر ۱۹۹۹

تاثرات

محقق عصر علامہ عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

مولانا محمد شہاب الدین رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ ان نوجوان فضلا میں سے ہیں جنکے بارے میں قوی امید کی جا سکتی ہے کہ وہ مستقبل قریب کے عظیم علماء اور نامور قلم کاروں میں سے ہونگے ------- وہ حضرت جانشین مفتی اعظم مولانا علامہ محمد اختر رضا خاں الازہری مدظلہ العالی کے مرید بھی ہیں، اور سفر و حضر کے خادم خاص اور منظور نظر بھی ------- انکی نوعمری کو دیکھ کر کم ہی کوئی شخص یقین کریگا کہ وہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ------- مفتی اعظم اور انکے خلفاء ------- مولانا نقی علی خاں بریلوی ------- علمائے عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام ------- اور مولانا حسنین رضا خاں بریلوی وغیرہ ایسی علمی اور تحقیقی کتب کے مؤلف ہیں۔

حال ہی میں انہوں نے حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی کے تعارف میں "حیات مولانا عبد القادر بدایونی" کے نام سے کتاب لکھی ہے ------- اور دوسری کتاب "مفتی اعظم کے سیاسی افکار" تالیف کی ہے جسکے مطالعہ سے اندازہ ہو سکے گا کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ہر نازک موڑ پر امت مسلمہ کی سیاسی مسائل پر بھی رہنمائی فرمائی تھی ------- اور اپنے عظیم والد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے تسلسل کو برقرار رکھا تھا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ فاضل علامہ شہاب الدین رضوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو توفیق عطا فرمائے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تحقیق و تصنیف کے لئے وقف کریں۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

نزیل دہلی: ۵ر نومبر ۱۹۹۸

۷۸۶/۹۲

کام وہ لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

حرف آغاز

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ------- انبیاء کرام ہی کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی۔ جب جب ایک نبی پردہ فرما جاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے (اس طرح تمہاری سیاست میرے ہاتھ میں ہے) میرے بعد چونکہ بہ تحقیق کوئی نبی نہیں ہے، اس لئے میری روپوشی کے بعد میرا کوئی جانشین کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔ اور خلافت کا دعویٰ کرنے والوں کی ایک لمبی تعداد ہوگی، صحابہ نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ ایسے وقت میں ہم کیا کریں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ پہلے خلیفہ کی بیعت پر قائم رہنا، اس کے بعد جو افضل ہے اس کی طرف دھیان دینا، اور یہی سلسلہ باقی رکھنا۔ خلفاء کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا (۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ اور پھر دیگر خلافتیں و اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، متعدد اسلامی ریاستیں وجود میں آئیں۔ اور ان زندہ دل مجاہدین اسلام نے ایسے ایسے ممالک فتح کئے جس کی چہار دیواریوں کے اندر داخل ہونا محال تھا مگر وہ سب ممالک ان کے زیر قدم آگئیں۔ یہ سب ان کے صادق الایمان ہونے کی دلیل تھی۔ انھوں نے خالص اسلامی سیاست کو اپنایا، اور سیاسی بازی گری کے بجائے سیاست کو اسلامی و شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھا۔

ہندستان میں سیاست برطانوی ذہن و فکر رکھتی ہے، اور مغربی افکار و خیالات کے حامل قائدین کے ذریعے ملک میں سیاست پروان چڑھی، جس کا اثر ہونا فطری امر تھا۔ مغربی ذہنیت کی عکاسی سیاست، اسلامی سیاست سے بالکل مختلف ہے۔ اسلامی

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء

سیاست میں مذہب و سیاست جداگانہ تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ مگر موجودہ مغربی سیاست
میں مذہب کو سیاست سے تعلق نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ مغربی سیاست کو اپنانے والے
قائدین نے مذہب کو داخل کرلیا، جس کا تاثر یہ مرتب ہوا کہ سیاست کے نام پر مذہب پر
حملے ہونے لگے، خصوصاً مذہب اسلام کے پاک وستھرے نظام زندگی پر۔ اسلام چونکہ
ایک آفاقی مذہب ہے، جو فطرت میں داخل ہے۔ اس کا قبول کرنا ہر انسان کی فطرت ہے
اسی وجہ سے سیاست کی بساط سے مذہب کی چہار دیواری پر بمباری ہونے لگی۔ اور علماء
کرام اس کی دفاع میں لگ گئے ——— ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی کا خیال
ہے کہ :

برطانوی راج میں نئے سیاسی و معاشی نظام کی وجہ سے مسلمانوں کے
ذہنوں میں بہت سے پیچیدہ سوالات پیدا ہو رہے تھے۔ یوں بھی مغربی
تہذیب مشرقی معاشروں کے لئے ایک بڑا خطرہ تھی۔ خالص طور سے اہل اسلام
کے لئے، کیونکہ ان کا ایمان کتاب اللہ اور ارشادات نبوی پر مبنی تھا۔ مذہبی
روایت کے امین اور امور شریعت کے ماہرین کی حیثیت سے یہ علماء ہی
تھے جو مغرب اور مغربیت کے جلو میں آنے والی تبدیلیوں اور ایجادات کو
شریعت کے میزان پر پرکھ کر ان کے جائز وناجائز ہونے کے متعلق فیصلے صادر
کر سکتے تھے۔ (۱)

———O———

ہندوستان کی سیاست غیر اطمینان بخش رہی ہے۔ جس سے تعمیر وترقی کی راہیں مسدود
ہو کر رہ گئی ہیں۔ جبکہ بغور مطالعہ کریں اور سیرت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر
نظر ڈالیں تو پوری زندگی ایک اعلیٰ سیاسی اصول پیش کرتی نظر آتی ہے۔ یعنی اصل
سیاست وہی انبیائی سیاست ہے، جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اپنا کر اعلیٰ وارفع مقام بخشا۔ اور چونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں تو درحقیقت وہ اسلامی

(۱) جمال الدین، سید، ڈاکٹر : برطانوی راج میں مذہب اور سیاست ص ۵، حرا پبلی کیشنز دہلی ۱۹۹۴ء

سیاست کے بھی وارث و جانشین ہوئے۔ بریں وجہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم
مولانا شاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نسلاً بعد نسلٍ اسلامی سیاست کے وارث وجانشین
مقرر ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ مسلمان کی سیاست ہو یا معاشرت، تمدن ہو یا اقتصادی علم،
عمل موت ہو یا زندگی۔ جو کچھ بھی ہے سب اس کے پاک وبرحق دین اسلام کا تابع ہے، اور
اس کا دین اسلام ہی ان سب کی فلاح وصلاح، مسلمانوں کی دنیا و آخرت کی بہتری، بہبودی
کا سرچشمہ اور منبع ہے۔

———O———

حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ میدان افتاء میں مفتی اعظم، عبادات
میں متقی اعظم، ریاضت میں فنا فی اللہ، صداقت میں اعلاء کلمۃ اللہ کی زندہ تصویر، امر
بالمعروف ونہی المنکر کے داعی، دشمنان اسلام کے لئے برق صاعقہ، اپنوں کیلئے محبت
وشفقت کے مجسمہ، میدان تحقیق وتدقیق کے شہسوار، اپنے عہد کے محدث اعظم اور شیخ الاسلام
تھے ——— ان تمام خوبیوں کے علاوہ ان کے اندر ایک اور خوبی پنہاں تھی، وہ یہ ہے
کہ امت مسلمہ کے راہبر و راہنما، غریبوں، ناچاروں، دبے اور کچلے لوگوں کے غم خوار،
مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے کوشاں، معاشی واقتصادی حالت کی بہتری کے لئے
سرگرداں، ان پر مصائب وآلام کے وقت دعا، وتعویذ سے مرہم کاری کرنے والے،
پریشانیوں کے وقت ڈھارس باندھنے والے، روتوں اور بلکتوں کے درد و دکھ کو دور کرنے
والے ——— ان تمام خصوصیات کے علاوہ ان میں ایک اور بھی خصوصیت جلوہ گر
تھی، وہ یہ کہ اسلام مخالف لہر کو ختم کرنے والے، ایمان واعتقاد کی اجڑی ہوئی آبادی
کو مستحکم کرنے والے، تحریک فکر واصلاح کے حامی وداعی، اپنے وقت کے مفکر اعظم
اور مدبر زمانہ تھے۔

زیر نظر کتاب "مفتی اعظم کے سیاسی افکار" میں ان کے مفکرانہ ومدبرانہ فیصلوں کا
جائزہ لیا گیا ہے۔ راقم السطور کا مقصد وحید یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی شخصیت جہاں
جید عالم دین اور مفتی اعظم عالم اسلام کی تھی، وہیں اسلامی سیاست کے عظیم ترین ستون

بھی تھے۔ ان کی تصانیف اور دیگر نگارشات کے مطالعے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے
کہ انھوں نے ہمیشہ سرگرم سیاست کو اپنایا' اور ہر معاملے میں اپنا نقطۂ نظر واضح فرمایا:
——— اور کیوں نہ فرماتے اس لئے کہ وہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے رہبرو
قائد تھے۔ یہ یاد رہے کہ برصغیر میں اہل سنت وجماعت آبادی کے تناسب سے اکثریت میں
ہیں ——— مگر موجودہ دور میں اکثریت انتشار وافتراق کا شکار ہو گئی ہے۔ اور اقلیتی
طبقہ ہی اکثریت کا نمائندہ بن بیٹھا ہے۔ جو علما اہل سنت وجماعت کے لئے ایک لمحۂ فکریہ
ہے۔ اس پر اکابرین ملت کو گہرائی سے غور وفکر کی ضرورت ہے۔ تاکہ مزید نقصانات سے
محفوظ رہ سکیں۔

———○———

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے شہزادۂ اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ
رضا نوری "بریلی" کے رہنے والے تھے۔ اس لئے سواد اعظم کے آفاقی پیغام کو آج کے دور
میں "بریلوی" کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ چونکہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
نے بریلی میں بیٹھ کر تجدید دین وملت کی خدمت انجام دی' جس کی طرف نسبت کر کے
لوگ بریلوی کہنے لگے۔

مفتی اعظم قدس سرہٗ مذہبی افکار کے تعلق سے سنی' حنفی' قادری' برکاتی اور
پکے سچے مسلمان تھے ——— ایمان میں کسی لچک دارانہ موقف کے قائل نہ تھے' اور
سیاسی وسماجی افکار وخیالات کے سلسلے میں ارشادات نبوی اور احکام قرآنی کو پیش نظر
رکھتے تھے۔ اسلامی رلیسرچ کے حامی تھے۔ انھوں نے ہمیشہ اسلامی سیاست کو اپنایا۔
اور متعدد سیاسی تحریکیں چلائیں' جس میں کامیابی بھی ملی۔ اس ضمن میں اگر کوئی انکا قریبی
دوست بھی آڑے آیا تو اس کا بھی تعاقب کیا۔ بازارو سیاست کرنے والے لیڈران
سے نفرت کرتے تھے ——— ملک کی ہر چیز میں مسلمانوں کا برابر حق سمجھتے۔ امت کی
فلاح وبہبود اور اقتصادی ومعاشی کمزوریوں کو دور کرنے میں مصروف کار رہتے۔ اعلاءِ
کلمۃ الحق ان کا مسلک' اور احیاء اسلام ان کا مقصد رہا ——— انھوں نے

لیڈران قوم کا بے باکانہ تعاقب کیا اور کیفر کردار تک پہنچایا۔

———○———

برصغیر کی سیاست کے جس پہلو پر نظر ڈالیں گے' مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا
بریلوی کی فکر وخیال تابناک نظر آئے گی۔ انھوں نے اپنی متعدد تصانیف میں اسلامی سیاست
کے مختلف زاویوں پر روشنی ڈالی ہے ——— "مفتی اعظم کے سیاسی افکار" میں ان کی
شخصیت کو ایک جدید انداز فکر سے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ ان کی سیاسی بصیرت اور مدبرانہ
غور وفکر سے روشنی حاصل کر کے موجودہ کوئی لائحۂ عمل مرتب ہو سکے ——— وہ کتنے
عظیم سیاسی رہنما تھے' اس کی شہادت دانشوران ملت کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں
صدر جمہوریہ ہند سے نوجوان محقق' ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کے بقول:

> علماء حق وارث نبی ہونے کی بنا پر اسلامی سیاست کے بھی وارث ہیں۔
> اور اصل نفاذ سیاست کا حق انھیں کو حاصل ہے۔ اسی کے پیش نظر کچھ
> علماء نے قوم کے دکھ درد کو محسوس کیا اور جابر حکومت کے خلاف ہنگامہ برپا
> کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ جن علماء کی مقدس جماعت نے وقت کے اٹھتے
> ہوئے فتنے کو دبایا۔ اور رسول اللہ کی سیاست کو اپنا کر قوم کی فلاح وبہبود
> کے لئے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلے۔ ان میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا
> مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کی شخصیت بھی ہے۔ اگرچہ لوگ ان کی سیاسی
> زندگی سے کم واقف ہیں۔ (١)

——— مفتی اعظم ہند کو یہ سیاسی بصیرت
والد گرامی شیخ اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
سے ورثہ میں ملی تھی۔ شیخ اہل سنت کی سیاسی بصیرت کے سامنے وقت
کے جلیل القدر لیڈر مسٹر گاندھی اور محمد علی جناح اور مولانا محمد علی جوہر کی
حیثیت زیادہ اہم نہ تھی ——— مفتی اعظم ہند اس قسم کی سیاست
سے متنفر اور ایسے سیاسی رہنماؤں سے بیزار تھے۔ آپ کے دل میں اسلام و

(١) ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف ص ٢٥' بابت نومبر ١٩٨٤ء

مسلمین کا بے حد درد تھا۔ آپ ایک خالص مذہبی رہنما ہونے کے علاوہ سیاست
کے میدان میں آپ نے جس عزیمت و پختگی ارادہ کا مظاہرہ پیش کیا ہے وہ
اپنی مثال آپ ہے۔ (۱)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے سب سے پہلے سوانح نگار ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقمطراز ہیں:

آج کے دور میں باطل پرستوں نے اسلامی سیاست کو دنیوی اور کفری
سیاست میں تبدیلی کر دی ہے۔ اور نجدی، دیوبندی، مودودی، الیاسی و دیگر
باطل پرست فرقہ والے اسلام کے نام پر سیاست کا ڈھونگ رچا کر ایک طرف
تو اسلام اور قوم مسلم کو بدنام کر رہے ہیں، اور دوسری طرف موقع پڑنے
پر ان کے عقیدہ ایمان کا گلہ گھونٹنے کے ساتھ ساتھ ان کے جان و مال کی
قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ـــــــ لیکن ایسے ہر موقع پر
باطل شکن مفتی اعظم نے ان سیاست والوں کی بساط سیاست الٹ کر
رکھ دی ہے۔ تحریکِ آزادی کے زمانے میں حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا جو
سیاسی نظریہ پیش کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت کے اس
زمانے کے سیاسی نظریات و خیالات جاننے کے لئے ان کی کتاب طرق الہدیٰ
والارشاد کا مطالعہ کیجیے ـــــــ حضرت ایک صاحب فکر و
صاحب بصیرت، مدبر و سیاست داں بھی ہیں۔ لیکن الیکشن اور عہدوں
والے سیاست داں نہیں (۲)

ماہر رضویات اور مشہور مورخ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی) اپنے تاثراتی مضمون میں
لکھتے ہیں:

سیاست سے متعلق مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا
کے درمیان مراسلات کو الطاری الداری کے نام سے تین حصوں میں مرتب

---

(۱) ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف ص ۲۱، بابت جنوری ۱۹۸۵ء
(۲) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: مفتی اعظم ہند ص ۶۰، بریلی ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۱ھ

کر کے مورخین کے لئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی ـــــــ جو پڑھتا
ہے، ماضی کو اس آئینے میں دیکھ کر حیران ہوتا ہے ـــــــ اللہ اللہ ہم
سے میدان سیاست میں کیا کیا ہو چکا ہے (۱)

یہ ایک جھلک ہے اہل علم و دانش کے یہ چند اقتباسات تھے۔ اگر تلاش و جستجو کی جائے
تو بے شمار ایسے شواہد مل جائیں گے ـــــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی بعض تصانیف
آپ کی بہترین اور اعلیٰ بصیرت کی حامل ہیں۔ آپ اپنے عہد کے نباض قوم و ملت اور ماہر
سیاست داں تھے۔

"مفتی اعظم کے سیاسی افکار" کے مطالعے سے حضرت کی شخصیت کا ایک نیا گوشہ
اجاگر ہوگا جو راقم السطور کا مطمح نظر رہا ہے ـــــــ راقم استاذ گرامی علامہ مفتی سید
شاہد علی رضوی شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رام پور اور مولانا مفتی محمد صالح
قادری بریلوی استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ ان دو بزرگوں نے
کتاب کے اکثر حصے پر نظر ثانی فرمائی۔ رضا اکیڈمی بمبئی کے سربراہ مولانا الحاج محمد سعید نوری
(خلیفہ مجاز جانشین حضور مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری) کا مشکور ہوں جنکے تعاون
سے یہ علمی سرمایہ منظر عام پر آیا۔ مزید جملہ احباب و علم دوست حضرات کے حق میں دعائے خیر
کرتا ہوں۔

احقر محمد شہاب الدین رضوی غفرلہٗ
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف
جنرل سکریٹری آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ

یکم فروری ۱۹۹۷ء/ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
موضع شیدپور پوسٹ قیصر گنج
ضلع بہرائچ شریف یوپی

---

(۱) الف: ماہنامہ استقامت کانپور: مفتی اعظم ہند نمبر ص ۱۵۲، بابت مئی ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۳ھ
ب: محمد مسعود احمد، پروفیسر: شہزادہ اعلیٰحضرت مفتی اعظم، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۲ء

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

عالم اسلام کی عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے حضرت مفتی اعظم کی ولادت با سعادت سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کی تھی :

اے مالک بے نیاز ! یارب کریم ! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے ۔ (۱)

ولادت

حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ آل رحمٰن محمد ابو البرکات محی الدین جیلانی مصطفےٰ رضا بن اعلیٰحضرت امام احمد رضا بن مولانا مفتی نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں ۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۷ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق محلہ سوداگران بریلی شہر (یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے ۔ (۲)

خواب رضا اور بشارت نوری

مفتی اعظم کی ولادت سے قبل امام احمد رضا خاں بریلوی اپنے پیرو مرشد حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی (۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) کے مزار مقدس کی زیارت اور شیخ المشائخ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری سے ملاقات کے لئے مارہرہ تشریف لے گئے تھے ۔ ولادت سے ایک روز پہلے امام احمد رضا بریلوی نے دیار مرشد میں خواب دیکھا :

(۱) ہفت روزہ کلام مشرق کانپور : ۴ تا ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء ص ۱۱

(۲) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ : یکم فروری ۱۹۸۲ء ج ۱ ش ۵ ص ۶

حیات زندگی اور سیاسی بصیرت

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی شب میں تقریباً نصف رات تک امام احمد رضا قدس سرہٗ اور سید المشائخ حضرت نوری میاں کے درمیان علمی مذاکرات رہے۔ پھر دونوں اپنی اپنی قیام گاہوں میں آرام فرما ہوئے۔ اسی شب عالم خواب میں دونوں بزرگوں کو حضرت مفتی اعظم کی ولادت کی نوید دی گئی۔ اور نومولود کا نام آل رحمٰن بتایا گیا۔ خواب سے بیداری پر دونوں بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ بوقت ملاقات مبارکباد پیش کروں گا۔

فجر کی نماز کے لئے جب دونوں بزرگ مسجد پہنچے تو مسجد کے دروازے پر ہی دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی، اور وہیں ایک نے دوسرے کو مبارکباد پیش کی۔ فجر کی نماز کے بعد شاہ سید ابوالحسین احمد نوری نے امام احمد رضا سے ارشاد فرمایا ——

"مولانا صاحب! آپ اس بچے کے ولی ہیں، اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخلِ سلسلہ کرلوں"۔ —— امام احمد رضا نے عرض کیا۔ "حضور وہ غلام زادہ ہے۔ اسے داخل سلسلہ فرمالیا جائے۔ سید المشائخ شاہ نوری میاں نے مصلے ہی پر بیٹھے بیٹھے امام رضا بریلوی کے نور نظر لختِ جگر "آل رحمٰن" اور مستقبل کے مفتی اعظم کو غائبانہ داخلِ سلسلہ فرمالیا۔ حضرت نوری میاں نے امام احمد رضا کو اپنا عمامہ اور جبہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

میری یہ امانت آپ کے سپرد ہے۔ جب وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہوجائے تو اسے دے دیں۔ مجھے خواب میں اس کا نام آل رحمٰن بتایا گیا ہے۔ لہٰذا نومولود کا نام آلِ رحمٰن رکھئے۔ مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔ میں پہلی فرصت میں بریلی حاضر ہوکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔ (۱)

دوسرے روز جب ولادت کی خبر مارہرہ پہنچی تو سید المشائخ شاہ نوری میاں نے نومود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب فرمایا۔ (۲)

---

(۱) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اور ان کے خلفا ص ۲۳، ج ۱، م: رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء
(۲) جلال الدین قادری، مولانا : محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۶۶، لاہور

امام احمد رضا بریلوی اس روز مارہرہ سے بریلی پہنچے، بیٹے کو سینے سے لگایا اور چوم کر کہا:

خوش آمدید ولی کامل (۱)

بیعت و خلافت

اس انکشاف کے بعد ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء چھ ماہ تین یوم کی عمر میں سید المشائخ شاہ ابوالحسین احمد نوری نے اپنی انگشتِ شہادت "آلِ رحمٰن محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی" کے دہن مبارک میں ڈالی۔ مفتی اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے۔ شاہ نوری میاں نے داخلِ سلسلہ فرمایا۔ اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ (۲)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی نے اپنے نورِ نظر لختِ جگر خلف اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کو جمیع اوراد و اشغال، اذفاق و اعمال، اور جمیع سلاسلِ طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔ مرشد کامل اور والد دونوں کی دعاؤں، اور بشارتوں کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔ (۳)

تعلیم و تربیت

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ جب سخن آموزی کی منزل عبور کرچکے تو امام احمد رضا بریلوی نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی سے فرمایا:

میری مصروفیات سے تم باخبر ہو، تم اپنے بھائی کو پڑھاؤ۔ (۴)

حجۃ الاسلام، مفتی اعظم سے عمر میں ۱۸ سال بڑے تھے۔ چند روز ہی میں حجۃ الاسلام

---

(۱) ماہنامہ استقامت کانپور : مفتی اعظم ہند نمبر ص ۱۹۷، مئی ۱۹۸۳ء
(۲) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ : ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء ص ۱۳
(۳) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا : مفتی اعظم اور ان کے خلفا ص ۲۶، ج ۱
(۴) ماہنامہ استقامت کانپور : مفتی اعظم ہند نمبر ص ۱۹۸، مئی ۱۹۸۳ء

کو اندازہ ہو گیا کہ چھوٹا بھائی مصطفےٰ رضا سراپا ذہانت ہے۔ وہ بڑی محنت اور لگن کے ساتھ مفتی اعظم کو پڑھانے لگے۔ مفتی اعظم نے صرف مختصر سی مدت میں ناظرہ قرآن شریف ختم کر لیا۔(۱)
تکمیل ناظرہ پر امام احمد رضا بریلوی نے علامہ رحم الٰہی منگلوری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی کو بلا کر پڑھانے کی ذمے داری سپرد فرمائی۔(۲)

مفتی اعظم کی تعلیم کا جب باقاعدہ آغاز ہوا تو آپ کی ذہانت و فطانت اور زیرکی و دانائی کا سب کو اعتراف کرنا پڑا۔ ہر سبق صرف ایک بار پڑھ کے یاد کر لیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸ سال خداداد ذہانت، ذوقِ مطالعہ لگن و محنت، اساتذہ کرام کی شفقت و رافت، اعلیٰ حضرت کی توجہ کامل، اور شیخ مکرم سید المشائخ کی عنایات کے نتیجے میں جملہ علوم و فنون، منقولات و معقولات پر عبور حاصل کر کے مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی سے تکمیل و فراغت پائی۔(۳)

مفتی اعظم نے اعلیٰ تربیت اور تعلیم اپنے والد ماجد امام احمد رضا سے پائی۔(۴)
تاہم ذیل کے حضرات سے بھی خصوصی درس لیا۔ مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی، علامہ رحم الٰہی منگلوری، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی، مولانا ظہور الحسین فاروقی رام پوری۔(۵)

علوم و فنون

برصغیر میں معقول و منقول علوم و فنون کی جتنی مشہور اسناد ہیں' ان میں سے بریلوی سلسلۂ تلمذ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ہر فن اور ہر علم کی سند عالی ہے۔ اور پھر اسی ایک سلسلے سے تمام معقول و منقول علوم و فنون کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا بریلوی

(۱) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۲۷
(۲) ماہنامہ استقامت کانپور: مفتی اعظم ہند نمبر ص ۱۹۸، مئی ۱۹۸۳ء
(۳) مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی، ماہر قانون: حیات مفتی اعظم کی ایک جھلک ص ۶، بریلی
(۴) محمد مسعود احمد، پروفیسر: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۸۷، لاہور
(۵) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ: ص ۷، ج ۱، یکم فروری ۱۹۸۲ء

سلسلۂ تلمذ جمیع علوم و فنون کا جامع ہے۔ ذیل میں ان تمام علوم و فنون کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت مفتی اعظم نے بریلوی سلسلۂ تلمذ کے واسطے سے نہ صرف حاصل کئے بلکہ ان میں درجۂ اختصاص حاصل کیا۔

(۱) علم تفسیر (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ جملہ مذاہب وادیان (۵) اصول فقہ (۶) علم الفرائض (۷) جدل (۸) تفسیر و اصول تفسیر (۹) عقائد و کلام (۱۰) نحو و صرف (۱۱) معانی و بیان (۱۲) بدیع (۱۳) منطق (۱۴) مناظرہ (۱۵) فلسفہ (۱۶) تکسیر (۱۷) ہیئت (۱۸) حساب (۱۹) ہندسہ (۲۰) تجوید و قرأت (۲۱) سلوک و تصوف (۲۲) اخلاق (۲۳) اسماء الرجال (۲۴) سیر (۲۵) تاریخ (۲۶) لغت (۲۷) ادب (۲۸) عروض و قوافی (۲۹) توقیت (۳۰) اوفاق (۳۱) فن تاریخ اعداد (۳۲) ریاضی (۱)

مفتی اعظم نے بریلوی سلسلۂ تلمذ کے علاوہ خیرآبادی سلسلۂ تلمذ اور دہلوی سلسلۂ تلمذ سے بھی معقول و منقول علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔ مگر بریلوی سلسلۂ تلمذ نے علم و عرفان اور عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ لازوال دولت عطا کی جو بریلوی سلسلۂ تلمذ کا خاص امتیاز ہے۔ اسی طرح مفتی اعظم خیرآبادی، دہلوی اور بریلوی سلاسل تلمذ کی بدولت علوم و عرفان کے وارث و امین بنے۔

مزید برآں عالم اسلام کی عبقری شخصیت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی نے ان پچیس سلاسل اولیاء، سلاسل قرآن، اور سلاسل حدیث کی اجازت عطا فرمائی جو النور والبہا میں درج ہیں۔ نیز ان تمام سلاسل رضویہ کی اجازت عطا فرمائی جو الاجازات المتینۃ اور فتاوی رضویہ میں درج ہیں۔(۲)

(۱) الف: پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ: ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء ص ۱۵
ب: جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۷
ج: محمد شہاب الدین رضوی مولانا: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۳۱، ۳۲
(۲) راقم السطور کے ذخیرہ کتب میں مفتی اعظم کی کچھ قلمی اسناد محفوظ ہیں۔ اور وہ سندیں بھی ہیں جو خلفاء و تلامذہ کو عنایت فرمائیں۔ اس میں صراحت سے مذکورہ سلاسل کا تفصیلی ذکر ہے۔ رضوی غفرلہ

درس وتدریس

مفتی اعظم نے درس نظامی کے جملہ علوم وفنون سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں مسند تدریس کو زینت بخشی اور باضابطہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

مفتی اعظم درس نظامی کے ایک ماہر وفکر ساز مدرس، بالغ نظر محدث اور عظیم فقیہ و متکلم تھے۔ برصغیر ہند وپاک کی اکثر درس گاہیں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے آباد ہیں۔ صاحب فکر، فعال ومتحرک اساتذہ آپ ہی کے حلقۂ تدریس کے خوشہ چیں ہیں، جو برصغیر میں دین متین کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری نے حضرت مفتی اعظم کے درس و تدریس کا زمانہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک بتایا ہے۔ (۱) جب مظہر اسلام بریلی قائم ہوا تو وہاں بھی درس دیا۔ مفتی اعظم، رضوی دار الافتاء کے اہتمام اور کار فتویٰ کی زیادتی کے سبب صرف مخصوص طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ تاہم ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، جس میں اپنے وقت کے اکابر علماء ومشائخ اور مفکر ومدبر شامل ہیں۔

طلبہ سے شفقت ومحبّت

حضرت مفتی اعظم طلبہ پر نہایت درجہ مہربان تھے۔ انھیں شفقت ومحبت سے نوازتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے حتی کہ غریب ونادار طلبہ کو خفیہ طور پر خرچ کیلئے رقوم بھی عنایت فرماتے۔ یوں ہی درس وتدریس کے ذریعے ان کی خدمت کرتے تھے اکثر طلبہ تفسیر، حدیث یا فقہ کی کتاب کے آغاز کے وقت تبرکاً پڑھنے کے لئے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ نہایت شفقت ومحبت سے ان طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر علماء وطلباء کے لئے خصوصی دعوت کا اہتمام فرماتے۔ خوشی

(۱) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اوران کے خلفاء ص ۹۰ ج ۱

کے مواقع پر عمدہ عمدہ لذیذ کھانے پکوا کر طلبہ کو کھلاتے تھے۔ بہت سے طلبہ ایسے تھے جو دونوں وقت مفتی اعظم کے یہاں کھانا کھاتے تھے۔ بعض طلبہ کو ان کے ذوق علمی کی بنا پر آپ خود اپنے دولت خانے پر ان کو ٹھہراتے، اور نہایت لطف وکرم سے قیام وطعام کا بندوبست فرماتے، نیز ان کو اپنے علمی وروحانی فیضان سے مالامال فرماتے۔ (۱)

فتویٰ نویسی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی فقہی اور علمی تحقیقات نے علماء عرب وعجم کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ انھوں نے امام کو بھر پور خراج تحسین پیش کیا، اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا، کسی نے امام الحدیث کہا، کسی نے سیدنا سے خطاب کیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے والد امام المتکلمین، مولانا نقی علی خاں بریلوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے —— دونوں شہزادوں (حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند) کو زیور علم سے آراستہ کرکے باقاعدہ فتویٰ نویسی کی خصوصی تعلیم وتربیت دی۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے وصال کے بعد جامعہ منظر اسلام بریلی کا کل اہتمام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے سپرد ہوا، تو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کی جگہ مفتی اعظم کو تفویض کی گئی کہ ملک وبیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جوابات کی تیاری میں جب امام احمد رضا بریلوی کے حوالے کے لئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالے کی نشاندہی کریں اور والد ماجد کی خدمت میں پیش کردیں۔

حضرت مفتی اعظم نے کمال حسن وخوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ یہی وہ خدمت تھی جس نے بعد میں آپ کو "مفتی اعظم" بنا دیا۔

یہ بات یاد رہے کہ جب امام احمد رضا بریلوی اندر مکان میں فتاوی اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے تو وہ کتب خانہ سے کتابیں نکال کر حوالے کی نشاندہی کی خدمت حجۃ الاسلام کے سپرد تھی۔

(۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر: حضور مفتی اعظم ص ۶، رضا اکیڈمی بمبئی

۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں جب حضرت مفتی اعظم کی عمر مبارک ۱۸ سال کی تھی، آپ کسی کام سے رضوی دارالافتاء میں پہنچے تو وہاں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی فتوی لکھنے کے لئے رضاعت کے کسی مسئلے پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ بات کچھ الجھی تو مولانا بہاری اٹھے تاکہ الماری سے فتاوی رضویہ نکال کر اس سے روشنی حاصل کریں ——— مفتی اعظم فرماتے ہیں:

نوعمری کا زمانہ تھا، میں نے کہا! کیا فتاوی رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا! اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ (۱)

جب فتویٰ اصلاح کی غرض سے امام احمد رضا بریلوی کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، تو آپ نے خط پہچان لیا۔ دریافت فرمایا کس نے دیا ہے۔ لیجانے والے نے بتایا کہ "چھوٹے میاں" (گھر کا نام)، امام نے طلب فرمایا۔ مفتی اعظم خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت باغ باغ ہیں۔ پیشانی اقدس سے بشاشت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ فتوی پر دستخط کروا کر اپنی تصدیق فرما دی۔

اس طرح امام احمد رضا کی طرف سے فتوی نویسی کی باقاعدہ اجازت مل گئی۔ فتوی نویسی کے اس حسن آغاز پر امام نے اپنے شہزادۂ صغیر کو پانچ روپیہ بطور انعام دیکر ارشاد فرمایا:

تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں، اب فتوی لکھا کرو، اور اپنا ایک رجسٹر بنالو، اس میں نقل بھی کیا کرو (۲)

امام احمد رضا بریلوی نے حضرت مفتی اعظم کی مہر کا خاکہ اپنے دست مبارک سے بنایا، جس کا عکس راقم السطور نے اپنی تصنیف مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۳ جلد اول میں دیا ہے۔ وہاں دیکھ سکتے ہیں۔

---

(۱) محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہلسنت ص ۲۲۳، بہار

(۲) شریف الحق امجدی، مفتی: پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ص ۸، یکم فروری ۱۹۸۲ء

مفتی اعظم کا خطاب

مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری کو امام احمد رضا بریلوی کی حیات طیبہ ہی میں "مفتی اعظم" کہا جانے لگا تھا۔ اور آپ "مفتی اعظم" کے لقب سے خوب اچھی طرح مشہور و معروف ہو گئے تھے۔ مولانا سید شاہد علی رضوی رام پوری کی تحقیق کے مطابق مولانا مصطفیٰ رضا نوری کو اعلیحضرت امام احمد رضا نے "مفتی اعظم" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ (۱) موصوف کی ہی تحقیق درست ہے۔

تصانیف

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ مصروفیات و مشاغل کے باوجود مختلف موضوعات پر تصانیف و تالیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ قلم میں خالق کائنات نے بے پناہ کشش و قوت ودیعت کر دی تھی۔ زبان پُر اثر اور طاقتور استعمال فرماتے تھے۔ آپ کی تصانیف ایک اندازے کے مطابق ۵۰ کے قریب ہیں۔ جن میں درج ذیل تصانیف شہرہ آفاق ہیں۔

۱۔ فتاوی مصطفویہ (۳ جلدیں)

۲۔ اشد الناس علی عابد الخنّاس ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

۳۔ الکاوی فی العاوی والغاوی ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

۴۔ القثم القاصم ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

۵۔ نور الفرقان بین جند الالہ واحزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

۶۔ وقعات السنان فی حلقہ سماۃ بسط البنان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

۷۔ الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء

۸۔ وقایہ اہل سنت عن مکر دیوبند والفتنہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

---

(۱) ماہنامہ اعلیحضرت بریلی: ص ۱۰، ربیع الاول ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء بحوالہ مفتی اعظم اور انکے خلفاء

۹۔ الہٰی ضرب بہ اہل الحرب ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء

۱۰۔ ادخال السنان الی الحنک الحلقی سبط النبان ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء

۱۱۔ سیف القہار علی العبد الکفار ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء

۱۲۔ نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

۱۳۔ مقتل کذب وکید ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء

۱۴۔ مقتل اکذب واجہل ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء

۱۵۔ الموت الاحمر علی کل انجبس اکفر ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء

۱۶۔ الملفوظ (چار حصص) ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء

۱۷۔ الطاری الداری لہفوات عبد الباری (تین حصص) ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء

۱۸۔ طرق الہدیٰ والارشاد والی احکام الامارۃ والجہاد ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء

۱۹۔ حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء ۱۹۲۳ء

۲۰۔ القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

۲۱۔ سامانِ بخشش عرف گلستان نعت نوری ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء

۲۲۔ عمدۃ البیان (قلمی)

نوٹ:۔ حواشی و تعلیقات الگ سے ہیں۔

اِنتقال پُرملال

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ ۹۲ سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء رات ایک بجکر ۴۰ منٹ پر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نمازِ جنازہ جانشینِ مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم نے پڑھائی، ایک اندازہ کے مطابق نمازِ جنازہ میں ۲۰ لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔

مفتی اعظم کی سیاسی، سماجی بصیرت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی آواز حق و صداقت "اسلام" بڑی جدوجہد کے بعد پورے عالم میں پھیلی۔ اسلام صرف عرب کی سرزمین تک محدود نہ رہا بلکہ یورپ وایشیا کی سرحدوں کو پار کرتا ہوا پھیلتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ نظر سے عرب کے بادیہ نشینوں کو اللہ نے وہ شان و شوکت عطا کی کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں ان کے قدموں تلے روندی گئیں، اور شش جہاتِ عالم پر کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہ رہا۔

اسلام پر ان چودہ سو برس میں دو دَور گزر چکے ہیں۔ اور اب (موجودہ) وہ تیسرے دَور سے گزر رہا ہے۔ پہلا دور کمال عروج اسلام کا تھا، جو خلافت راشدہ کے اختتام سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے کمال عروج اسلام کا دَور ختم ہوا، اور خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔ جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ دنوں بعد تک جاری رہیں۔ انھیں خانہ جنگیوں کے دوران عقائد باطلہ کا دور شروع ہوا، اور اسی دور میں عقائد باطلہ پروان چڑھے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تو سارا دَورِ خلافت خانہ جنگیوں میں ہی ختم ہوگیا۔ سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے سیاسی جنگیں تیز ہوئیں۔ پھر وہ رقابتوں میں بدل گئیں۔ اگر یہ تمام خرابیاں ختم ہوجاتیں تو دنیا کی ہر بلندی و ہر پستی پر پرچم اسلام لہرا چکا ہوتا، کوئی چھوٹی اور بڑی آبادی نہ بچی ہوتی جس پر خدائے واحد کا نام نہ پکارا جاتا ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۴ء) یگانہ عصر متبحر عالم تھے۔ جو حکیمانہ بصیرت، ہمہ گیر اور مجتہدانہ ذہن کے مالک تھے۔ انھوں نے ۱۸ویں صدی کے وسط میں ہندوستانی مسلمانوں کی زوال پذیر حکومت کا گہرا جائزہ لیا۔ اور ان کی مذہبی، اخلاقی،

سماجی اصلاح اور معاشی اور سیاسی ترقی کا ہرجہتی منصوبہ سوچا۔ اور حجۃ اللہ البالغہ
تصنیف فرمائی۔ ان کے بعد ان ہی کے نامور فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے
بھی ان تمام معاشی اور سیاسی تصورات کی تبلیغ کی جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی
تصنیف اور سیاسی وصیت نامہ میں پیش کئے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگردوں میں سید احمد رائے بریلوی، اور
بھتیجے مولوی اسماعیل دہلوی نے ولی اللہی تحریک کی آڑ میں ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا، اور
انھوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں ترجمہ بنام
تقویۃ الایمان کیا۔ جس کے نتیجے میں وحدت امت مسلمہ ہند پارہ پارہ ہو گئی۔ تحریک
وہابیت کے آغاز سے مسلم علماء نہایت درجے پریشان ہوئے، اور اس کی بیخ کنی میں لگ
گئے۔ اور مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی قوت آہستہ آہستہ زوال کے کگار پر پہنچ گئی
اسی دوران علامہ فضل حق خیرآبادی جیسے اکابر علماء کرام کی تصانیف منظر عام پر آئیں۔

چودھویں صدی میں امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں بریلوی کے یہاں امام
احمد رضا فاضل بریلوی نے جنم لیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے کم عمری ہی میں عرب و عجم کی
دنیا میں مشہور ہو گئے۔ آپ کے فتاوی سند کی حیثیت اختیار کر گئے۔ دنیا مسائل شریعت
کی جانکاری کے لئے آپ ہی کی طرف رجوع ہونے لگی۔ عین عالم شباب میں تحریک وہابیت
کے باطل عقائد اور مکروہ چہرے سے نقاب نوچ لی۔ ایک دو نہیں بلکہ درجنوں کتابیں
تصنیف فرمائیں۔ وقت جیسے جیسے گزرتا گیا، مسلمانوں کے مسائل سامنے آتے گئے۔ امام
احمد رضا بریلوی نے امت مسلمہ کی معاشی اور اقتصادی حالات کی بہتری کے لئے ایک
منصوبہ تیار کیا تھا۔ اور ایک مذہبی و سیاسی پلیٹ فارم بھی تشکیل دیا۔ مذہبی جماعت
رضائے مصطفے کے نام سے موسوم تھی۔ اور سیاسی پارٹی انصار الاسلام کے نام سے
جانی جاتی تھی۔ دونوں جماعتیں اپنے اپنے اندازِ فکر میں ملت اسلامیہ کی زبوں حالی
کو دور کرنے میں لگی رہیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۹۱۲ء میں مسلمانانِ عالم کی بالعموم اور مسلمانانِ ہند کی بالخصوص

حالت سدھارنے کے لئے ایک پروگرام مرتب فرمایا جو "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح"
کے نام سے شہرۂ آفاق ہے۔ آپ کے اندازِ فکر کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا
مسلم سماج کا تصور صرف اونچے اور متوسط طبقے تک محدود نہ تھا، بلکہ اس میں غریب و
دست کار اور مزدور و کسان سبھی شامل تھے۔ چنانچہ اپنے اس اصلاحی اور معاشی
منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انھوں نے شخصی طور سے اپنے تلامذہ اور خلفاء
کے ذریعے کوششیں کیں۔ امام احمد رضا بریلوی اس وقت کی چلنے والی مسلم کش تحریکوں
کا کھل کر رد کیا اور کسی کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔

امام احمد رضا بریلوی اور حضرت مفتی اعظم متحدہ ہندستان کی ہر ایک چیز میں
مسلمانوں کا پورا پورا حق مانتے تھے۔ چونکہ ملک کی تعمیر و ترقی اور عروج و ارتقا میں مسلمانوں
نے اپنا خون دینے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔ اور جب خونِ جگر سے ملک کی آبیاری
کی تو اس میں مسلمانوں کا برابر حصہ ہے۔ اور یہ حق کسی کو نہیں پہنچتا ہے کہ وہ اپنے حقوق
کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو اس سے باز رکھے۔ اس لئے مفتی اعظم قدس
سرہٗ نے ہندستان کو دار الحرب نہیں قرار دیا بلکہ اس کو دار الاسلام کا فتویٰ صادر کر کے
اپنے سیاسی تدبر کا برمحل اظہار فرمایا۔ چونکہ دار الحرب قرار دینے میں یہاں پر مسلمانوں کا
سکونت اختیار کرنا شرعی طور پر جائز نہ تھا۔ وہ یہاں جنگ کرتے یا ہجرت کر جاتے،
حضرت مفتی اعظم نے ان بعض علماء کی رائے سے اتفاق نہیں کیا، جو دار الحرب کے لئے
درجنوں دلیلیں دے رہے تھے۔ مفتی اعظم نے اس تحریک کے پس منظر پر غور کیا تو
ان کو بخوبی معلوم ہو گیا تھا کہ ہندو لیڈران یہ چاہتے ہیں اور ان کی قلبی منشاء ہے کہ یہ
زمین مسلمانوں کے وجود سے پاک و صاف ہو جائے اور بس صرف ہندو قوم آباد
رہے تاکہ بآسانی ملک میں رام راج کا نظام نافذ کر دیا جائے۔ مگر مفتی اعظم کی بروقت
رہنمائی نے قوم پرست لیڈران اور ہندو حامی مسلم قائدین کے ارادوں پر پانی پھیر
دیا۔ ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

موہن داس کرم چند گاندھی ۱۸۶۹ء میں پوربندر (گجرات) میں پیدا ہوئے،

اور ایک بحیثیت وکیل کے جنوبی افریقہ سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب
ہندستان واپس آئے تو وہ انگریزوں سے کافی متاثر تھے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد بداعتمادی
پیدا ہوگئی، اور ہندستان میں ایک تحریکی بیداری پیدا کی۔ ان کا ذہن ۱۹۱۹ء میں
رولٹ ایکٹ سے سخت گیر قانون، پنجاب کے قتل عام نے پھیر دیا تھا۔

سلطنت عثمانیہ سے برطانیہ کی جنگ شروع ہوچکی تھی۔ مسٹر گاندھی نے
اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریک خلافت کا آغاز کردیا۔ چونکہ ترکی کی اس ہیجانی
کیفیت کا اثر فطری طور پر ہندستان کے مسلمانوں پر ہوا، اور مسلمانوں کی اکثریت اس
کی لپیٹ میں آگئی۔ مسٹر گاندھی نے تحریک خلافت کی کمان سنبھالی اور مسلمانوں کی
ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ وہ اپنے مشن
میں کامیاب رہے۔ مسلمانوں نے بے پناہ جوش و جذبے کا مظاہرہ کیا۔ اور ہندستان
کے طول و عرض میں زندگی کی ایک عجیب لہر پیدا ہوگئی۔ مگر اس تحریک کا المیہ یہ تھا کہ
ظاہر میں جو کچھ دکھایا گیا، اندرون خانہ وہ نہ تھا بلکہ کوئی دوسرا ہی راز کارفرما تھا۔

ہندوؤں کے مذہبی اور سیاسی پیشوا مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی نے اس
جذباتی سیلاب کو غنیمت جانا، تحریک خلافت میں شامل ہوکر پہلے مسلمانوں کے دل موہے
پھر ۱۹۲۰ء میں اچانک تحریک موالات یا تحریک عدم تعاون شروع کرکے جذبات کا دھارا
دوسری طرف موڑ دیا۔ اور ہندو مسلم اتحاد کا راگ الاپا جس سے دیکھتے ہی دیکھتے کانگریس
کو حیات نو ملی، اور مسلمانوں کو مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تہذیبی و تمدنی اور سیاسی
نقصانات اٹھانا پڑے۔ وہ مسلمان جو انگریزی حکومت میں عمل دخل رکھتے تھے ایک
خاصی تعداد نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ ہزاروں کی تعداد میں طلبہ نے اپنی
تعلیم کو خیر باد کہا۔ وکیلوں اور بیرسٹروں کی خاصی تعداد نے کچہریوں کا بائیکاٹ کیا۔
مسٹر گاندھی اور علی برادران اس عوامی تحریک کے سب سے بڑے لیڈر تھے۔ مسلمان
ان تمام چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھے جس سے ان کی اقتصادی اور معاشی حالت بہتر
ہوسکتی تھی، مگر دوسری طرف ہندوؤں نے ایسا نہیں کیا۔ مسٹر گاندھی کی ہمنوائی کرنے

والوں میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا
شوکت علی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے مسٹر گاندھی اور ان کے تمام قصیدہ خوانوں کا
تعاقب کیا، اور تحریک خلافت، تحریک ترک موالات و ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت سے
عوام کو آگاہ فرمایا۔ مفتی اعظم نے ان کے چھپے منصوبوں پر سے پردہ اٹھایا کہ تحریک
خلافت کے حجاب میں ہندو سوراج کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ مفتی اعظم نے اپنی تحریروں
و تقریروں کے ذریعے سے سب کچھ واشگاف کردیا تھا۔ انھوں نے جو کچھ کہا بعد میں
وہی سچ ثابت ہوکر رہا۔ مگر اس وقت ان کی بات لوگوں کو کچھ اچھی نہیں لگتی تھی۔
عقل پر پردے پڑ چکے تھے۔ مگر جب جذباتیت کے بادل چھٹے تو ان کی باتیں اچھی لگنے لگیں

گائے کی قربانی مذہب اسلام میں ایک شعار کی حیثیت سے ہے۔ حضرت مجدد
الف ثانی نے اس کو شعائرِ اسلام میں شمار کیا ہے۔ اسلامی سلطنت میں ہندوؤں کے
دخیل کار ہونے کی وجہ سے یا ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے اکبر بادشاہ نے قربانی گاؤ پر
پابندی لگادی تھی۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی کوشش اور جدوجہد سے
جہاں گیر بادشاہ کے زمانے میں یہ پابندی ختم کردی گئی اور قلعہ کانگڑہ میں حضرت مجدد
الف ثانی کی موجودگی میں خود جہانگیر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرکے اس پابندی
کو عملاً ختم کردیا۔

ہندوؤں کی طرف سے گاؤکشی کی تحریک وقتاً فوقتاً اٹھتی رہی۔ انقلاب ۱۸۵۷ء
کے بعد پھر ہندوؤں نے کوشش کی کہ گائے کی قربانی پر پابندی لگادی جائے۔ یہ وہ وقت
تھا کہ انڈین نیشنل کانگریس کا قیام بھی عمل میں نہ آیا تھا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے پردے
میں علماء سے فتویٰ حاصل کئے۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء کو مرادآباد (یوپی) سے اعلیٰحضرت
امام احمد رضا بریلوی کے پاس ایک استفتا آیا۔ موصوف نے اس کے اندر چھپے
مکروہ عزائم کو بھانپ لیا اور فتویٰ صادر کیا کہ قربانی گاؤ شعار اسلام ہے۔ اس فتویٰ
پر علماء رام پور نے اپنی تصدیقات ثبت کیں۔ مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری نے

الناقد بصیر (پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے) لکھ کر تصدیق فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے گاؤکشی کے بارے میں اپنی تمام تحریروں اور فتاوی میں شرپسندوں کی چالوں کو بھانپتے ہوئے گھناؤنے منصوبوں کو بے نقاب کیا ہے۔ چونکہ مفتی کو زمانے کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے مستفتی کی اصل منشاء و مدعا کو سامنے رکھ کر فیصلہ صادر کرنا چاہئے، مفتی اعظم حالات موجودہ اور مستقبل پر بخوبی نظر رکھتے تھے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے وحدت امت مسلمہ کے لئے بڑی قربانیاں پیش کیں، اور ان کا طریقہ تھا کہ سب مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنا حق حاصل کریں۔ انھوں نے وقت کے جابر حکمراں کے سامنے اعلاء کلمۃ الحق بلند کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کی۔ اور سیاسی مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر حق کی آواز بلند کی، وہ امت مسلمہ کو سیاسی دلالوں سے ہوشیار رہنے کے لئے فکرمند تھے چونکہ قوم مسلم نہایت سادہ طبیعت کی ہے، اس کی سادگی سے سیاسی خودغرض اور مفادپرست لیڈران اپنا اُلّو سیدھا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ بڑی دردمندی کے ساتھ صالح فکر سے امت مسلمہ کو صلاح و مشورہ دیا۔ اور ان بے راہ رولوں کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ قوم مسلم کی خاطر اپنے عزیز ترین دوستوں سے بھی اختلاف کیا۔

مفتی اعظم نہ صرف بہت بڑے سیاسی اور مسلّمہ مذہبی رہنما تھے، بلکہ ان کا شمار دنیا کی چوٹی کے مذہبی و سیاسی مفکرین میں کیا جاتا ہے۔ وہ سرسید احمد خاں کی مغرب نواز اور مغربی مادہ پرست تہذیب کے شدید مخالف تھے، اور مادیت پر روحانیت کی برتری اور فوقیت کے زبردست علمبردار تھے۔ چونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب اخلاقی اعتبار سے نہایت پست ہے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو اسلام سے بے راہ روی کی طرف لے جانے والی ہے۔ جس سے اسے اختیار کرنے سے فلاح و بہبود کے بجائے قعرِ مذلت میں ڈھکیل دے گی۔ بنی نوع انسان کی فلاح و نجات تب ہی ممکن ہے جب شریعت اسلامیہ پر صحیح طور پر گامزن ہو جائیں۔ اسی میں سیاسی اور

مذہبی برتری بھی ہے۔

مفتی اعظم کے سیاسی افکار و نظریات کی صحیح ترجمانی اور عکاسی ان کی متعدد تصانیف سے ہوتی ہے۔ "سوراج در سوراخ" اور "طرق الھدی والارشاد" ان کی سیاسی بصیرت پر داد تحسین حاصل کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے ایک مدرسہ مظہر اسلام (بریلی) کی بنیاد رکھی۔ اور ملک و بیرون ملک سیکڑوں خلفاء و تلامذہ کی ایک لمبی فہرست چھوڑی جو انکے افکار و خیالات کی ترجمانی کرتے رہیں گے۔

۱۹۲۰ء میں قائم شدہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے زیر انتظام بہت سی سماجی خدمات میں مفتی اعظم مصروف کار رہے۔ ان کے رفقاء کار میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا غلام قطب الدین برہمچاری، مفتی ابرار حسن تلہری اور سید ایوب علی رضوی بریلوی قابل ذکر حضرات علماء کرام ہیں۔ مفتی اعظم ہند کی قیادت میں انگریز حکمراں طبقے سے سخت ٹکریں لیں۔ اسلام اور مسلم مخالف پالیسیوں کی بھرپور مذمت کی۔ چونکہ آپ اور آپکے والد ماجد اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے شدید ترین مخالف تھے۔ اور ہمہ وقت مسلمانوں کی سماجی خدمت گزاری میں لگے رہے۔ ان کے تعویذ سے نامعلوم کتنے کفار و مشرکین کی پریشانیاں حل ہوگئیں۔ آج بھی ہندو بڑے ادب و احترام سے آپ کا نام لیتے ہیں

تعارف تصانیف اور سیاسی نقطۂ نظر

مقدمہ دوام العیش فی ائمۃ من القریش

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی، اس جنگ میں ترکی برطانیہ کے مدمقابل تھا۔ انگریزوں کو ہندستانی سپاہیوں کی سخت ضرورت تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ہندستانیوں نے ان کا ساتھ دیا تو وہ جنگ ختم ہونے کے بعد ہندستان کی آزادی کا اعلان کردیں گے۔ اچھے اچھے سیاست داں اس جال میں آگئے اور ہندو مسلمان دونوں نے مل کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور ترکوں کا خون بہایا۔ مگر جب جنگ ختم ہوگئی تو انگریز وعدے سے پھر گئے۔ ترکوں کو شکست ہوئی۔ ان کی سلطنت کے حصے بکھر گئے۔ اب پانسہ پلٹا اور سیاست دانوں نے مسلمانوں کی سادہ لوحی اور جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بہانہ بناکر تحریک خلافت چلائی کہ:

> انگریز خلافت اسلامیہ ترکیہ کو مٹا رہا ہے، اور خلافت کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس لئے انگریزوں کے خلاف بھرپور جدوجہد ہر مسلمان کا اسلامی فرض ہے۔

حالانکہ اس سے قبل سیاست داں ترکوں کا خون بہا چکے تھے۔ مگر سیاست میں کوئی منطق نہیں چلتی ہے، وہ صرف ہوا کے جھونکے پر چلتے ہیں کہ جدھر پانی کا ریلا جارہا ہے اس طرف کشتی کا منہ پھیر دیا۔

بہرحال ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت چلی، اور عجب تر یہ کہ اسلامی قیادت مسٹر گاندھی کے ہاتھ آئی۔ جو ہندوؤں کے سیاسی اور مذہبی پیشوا تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے تحریک خلافت چلانے والوں کے چھپے عزائم پہلے ہی روز بھانپ لئے تھے،

مذہبی اور سیاسی نقطۂ نظر

اور رسالہ دوام العیش فی ائمۃ من القریش لکھ کر سیاست کاروں کے
راز طشت از بام کردئے۔ اور خلافت اسلامیہ کی شرعی حقیقت وحیثیت کو واشگاف
کیا۔ اور یہ بتایا کہ تحریک خلافت سے سیاست دانوں کا مقصد ہرگز ہرگز سلطنت ترکیہ
کی حفاظت وبقا نہیں بلکہ اس کے پردے میں مسلمانوں کو حاکموں کی نظر میں رسوا کرنا۔
ہندستان کی آزادی چاہنا، اور ہندو حکومت قائم کرنا تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعد
کے حالات نے امام احمد رضا بریلوی کی بصیرت کی تصدیق کردی۔

امام احمد رضا بریلوی نے رسالہ دوام العیش ۱۹۲۰ء کے ہنگامہ میں تحریر فرمایا تھا
بعدہٗ ان کے صاحبزادے اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا
اور بعد میں وقوع پذیر حالات کا جائزہ لیا۔ چونکہ امام احمد رضا نے یہ رسالہ نامکمل لکھا
تھا کہ دوسرے اہم کاموں میں مشغول ہوگئے۔ حضرت مفتی اعظم نے اس کی تکمیل فرما
دی جو ۱۰ دس صفحات پر مشتمل ہے۔
اب تک متعدد ایڈیشن طبع ہوچکے ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا حسنین رضا خاں بریلوی
نے اپنے اہتمام حسنی پریس سوداگران بریلی سے شائع کیا۔ پھر مکتبہ رضویہ لاہور اور دیگر
اداروں سے شائع ہوا۔ راقم السطور کے پیش نظر ایڈیشن حسنی پریس بریلی کا
ہے۔ جس کی کتابت وطباعت بہترین ہے۔

حاشیہ وشرح الاستمداد

رسالہ الاستمداد تین سو ساٹھ (۳۶۰) اشعار پر مشتمل اردو زبان میں ایک قصیدہ
ہے۔ جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے نظم فرمایا ہے۔ ان اشعار پر
حواشی اور اس کی شرح مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے شرح وبسط کے
ساتھ کی ہے۔ اس مجموعے کے بارے میں خود شارح قدس سرہٗ نے تفصیل سے تعارف
کرایا ہے، یہاں صرف اس کا ایک اقتباس نقل کیا جارہا جو بذات خود ایک تعارف
ہے ـــــ لکھتے ہیں:

"یہ سلیس اردو زبان، ہلکی بحر، روشن بیان میں تین سو ساٹھ شعر کا
ایک مبارک قصیدہ ہے۔ ۳۵ میں نعت والا ہے۔ باقی میں عموماً وہابیہ اور
خصوصاً دیوبندیہ کے دو سو تیس اقوال کفر وضلال کا نمونہ ہے۔ حاشیے پر
ان کی چھپی ہوئی کتابوں سے بحوالہ صفحات عبارات نقل کردی ہیں۔
عام بھائیوں پر آسانی کے لئے فارسی عبارتیں ترجمے سے لکھی ہیں۔ جس کا
جی چاہے ان کتابوں سے مطابقت کردیکھے جو بیان طالب تفصیل ہے۔
اس کے لئے آخر میں تکمیل ہے۔ آپ کا ایمان آپ کو بتادے گا کہ اللہ ورسول
جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں جن کے یہ عقیدے یہ اقوال ہیں
وہ اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں یا دوست
ان کے دلوں میں اسلام کا مغز ہے یا پوست، جو نہ دیکھے یا دیکھ کر انصاف نہ
کرے اس کا حساب اللہ واحد قہار کے سامنے ہے۔ اور جو دیکھے اور اللہ عز
وجل ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت سامنے رکھ کر جانچے
تو بحمد اللہ حق آفتاب سے زیادہ عیاں ہے۔ فضول قصوں، ناولوں کی
نظمیں پڑھتے دیکھ کر گھنٹے گزریں، یہ بھی ایک مزیدار نظم ہے۔ اس میں رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے زینت بزم ہے۔ قیامت قریب ہے،
اس کا حبیب ہے، اس کا ثواب عظیم اور عذاب شدید ہے۔ دین کو جھگڑا
سمجھنا مسلمانوں کی شان سے بعید ہے۔ تنہا یا دو دو اطمینان سے انصاف
وایمان سے دو تین بار سچے دل سے یا ایک ہی نگاہ دیکھ تو لیجئے۔ مگر یوں کہ
صاف بات میں نہ اینچ وپیچ کی حاجت، نہ اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل کسی کی رعایت ہے۔ (۱)
یہ حضور مفتی اعظم کے متبرک کلمات ہیں، زبان کتنی شائستہ اور رواں ہے۔ اور اس میں
مسلمانوں کے لئے محبت وشفقت کے جذبات فراواں بھی کس قدر موجزن ہیں۔

---

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: مقدمہ الاستمداد ص ۲، ۳۔ مطبوعہ لاہور

الاستمداد کی بیَیض مفتی اعظم ہند ہی نے کی ہے۔ جس کا قلمی نسخہ جانشین مفتی اعظم علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم القدسیہ زیب مسند رشد و ہدایت بریلی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ راقم السطور کو زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

الاستمداد کی مقبولیت و اہمیت کا بخوبی اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ہند و پاک سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ راقم السطور کے پیش نظر چار ایڈیشن ہیں۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

- پہلا نسخہ مبیضہ بخط حضرت مفتی اعظم قدس سرّہٗ
- دوسرا نسخہ مطبوعہ حسنی پریس بریلی، باہتمام مولانا حسنین رضا خاں بریلوی
- تیسرا نسخہ مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور، پاکستان
- چوتھا نسخہ قادری بک ڈپو نو محلہ مسجد بریلی شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے الاستمداد کے ابتداء میں عقیدہ سے متعلق بحث فرمائی ہے۔ پھر آخری حصے کو اپنے احباب، تلامذہ اور خلفاء کے ذکر و اذکار پر ختم کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے مشاہیر اور مقرب خلفاء و تلامذہ میں سے ہر ایک کی خصوصیت بیان کرنے کے ساتھ ہی ان کی تعریف و توصیف کر کے دین و ملت کی خدمت کے لئے حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے اشعار میں جن شخصیات کا ذکر کیا ہے، ان کے حالات سے آگاہی قارئین کے لئے بے حد ضروری تھی۔ اس کی تکمیل پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مدیر ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور نے کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

الموت الاحمر

اسلام کے شیرازے کو منتشر کرنے والوں میں اہم کردار علماء دیوبند نے انجام دیا ہے۔ جبکہ ملت اسلامیہ کو اتحاد بین المسلمین کی اشد ضرورت تھی اور ہے۔ مگر

دیوبندی علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخیاں کیں جن کی بنیادوں پر علماء اہل سنت والجماعت نے ان پر کفر کے فتاویٰ صادر فرمائے اور توبہ و رجوع کی طرف توجہ دلائی مگر وہ اس توفیق سے بہت دور ہو چکے تھے۔

کسی پر کوئی حکم لگانے کے لئے دلائل و شواہد ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اور انھیں وجوہات و علل پر حکم جاری ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب **الموت الاحمر** میں مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی نے مضبوط اور ٹھوس دلائل دے کر واشگاف انداز میں حق کی حقانیت اور باطل کے کذب و فریب کو ظاہر فرمایا۔ اس میں مسلک دیوبندی پر بھرپور نقد و نظر اور تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں ۸۰ سوالات و مواخذات ہیں، بحث اول میں ۳۰، بحث دوم میں ۱۰، بحث سوم میں ۲۰ اور تذییل میں ۲۰ مندرج ہیں۔ مفتی اعظم قدس سرہ نے مسئلہ خاتمیت محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی بحثیں بھی نہایت تحقیق کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں۔

علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ "رب عزوجل کا جھوٹا ہونا ممکن ہے" (۱) مولوی اسمٰعیل دہلوی نے دلیل یہ دی ہے کہ "آدمی تو جھوٹ پر قادر رہے، خدا قادر نہ ہو تو آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے"۔ (۲) حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں:

مولانا غلام دستگیر صاحب مرحوم نے اس پر نقض کیا کہ یوں تو تمہارے خدا کا چوری کرنا اور شراب پینا بھی ممکن ہو جائے کہ آدمی چور اور شرابی ہوتے ہیں۔ خدا سے نہ ہو سکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ رہے۔ (۳)

اس پر دیوبند کے معتمد اعلیٰ مولوی محمود حسین دیوبندی نے اخبار نظام الملک میں صاف چھاپ دیا کہ:

چوری، شراب خوری جہل ظلم ہے۔ معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے۔ غلام دستگیر

---

(۱) تفصیل دیکھئے دعوتِ فکر از مولانا منشا تابش قصوری

(۲) " " " " "

(۳) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: الموت الاحمر

کے نزدیک خدا کی قدرت بندے سے زائد ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ
کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ نہیں (۱)

یہ مضمون جب حضرت مفتی اعظم نے دیکھا تو آپ سے بغیر کچھ لکھے رہا نہ گیا۔ مفتی اعظم کا
قلم برق صاعقہ بن کر گرا، اور ایوانِ دیوبند و نجد کے تار و پود بکھیر دئے۔ مفتی اعظم کا
تیور اور ان کی مضبوط گرفتیں ذرا ملاحظہ کریں ـــــ رقم طراز ہیں :

یہ تو آنکھیں بند کر کے کہہ ہی بھاگے اور آپ تھانوی صاحب ظاہری
وغیرہ جس دیوبندی یا کسی قسم کے وہابی سے پوچھتے یہی کہے گا، ورنہ امام الطائفہ
کی دلیل کیسے بنائے گا۔ کیا اسے گمراہ بددین ٹھہرائے گا؟ ـــــ اس نے
یہ کہہ کر اپنے معبود کو تمام ذلتوں، خواروں، فاحشہ عیبوں، گھناؤنی باتوں
کا قابل بنایا ہے۔ ان کے خدا کا جوف دار کھسکل ہونا تو امکان شراب
خوری سے ظاہر، انسان کا شراب پینا یہی ہے کہ باہر سے شراب اپنے
جوف میں داخل کرے۔ ان کا خدا اگر کھکل نہ ہوگا اس پر قادر نہ ہوگا۔ تو
قدرت انسان سے گھٹ رہے کروڑوں خدا وہ یوں سمجھئے فرمائیے چوری کیا
ہے۔ پرائی مِلک بے اس کی اجازت کے اس سے چھپا کر لے لینا اپنی مِلک
کسی کے پاس سے لینے کو کہے پاگل کے سوا کوئی چوری کہہ سکتا ہے۔ اور ہو بھی
تو یہ صورۃً چوری ہوگی نہ حقیقۃً۔ اور آدمی حقیقی چوری پر قادر ہے جس
کا نفس وجود بے ملک غیر عقلاً ناممکن و نامتصور و محال بالذات

کجمع الآفات (۲)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے عقلی اور نقلی دلائل سے ان کے دلائل کو رد کر دیا۔ آگے
چل کر مزید چند باتیں قطعاً ثابت فرما دی ہیں :

○ ـــ بعض اشیاء خدا کی مِلک مستقل ہوں جب تو چوری کر سکے گا۔

(۱) اخبار نظام الملک : ضمیمہ، بابت ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء
(۲) مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: الموت الاحمر

○ ـــ وہ دوسرا مستقل خدا ہے کہ اگر تقدیر تحذیر الناس کے طور کا خدا بالفرض ہوا
تو مالک بھی بالفرض ہوگا۔ اور اس چیز کا بھی مالک بالذات، پھر اللہ واحد قہار رہے گا
اور چوری ناممکن ہوگئی۔

○ ـــ جب وہ دوسرا مستقل خدا ہے تو ازلی ابدی ہوگا۔ یہ نہیں کہ امکانِ سرقہ
(چوری) کے لئے اس کا امکان کفایت کرے، اور بالفعل موجود نہ ہو کہ خدا کا وجود واجب
ہونا لازم نہ کہ محض ممکن۔

○ ـــ انسان لاکھوں کروڑوں اشخاص کی چوری کر سکتا ہے، خدا اگر ایک ہی کی
چوری کر سکے زیادہ پر قادر نہ ہو تو انسانی قدرت سے پھر گھٹ رہے۔ لہٰذا واجب کہ
لاکھوں کروڑوں ازلی ابدی خدا موجود واجب الوجود ہوں تو قطعاً ثابت ہوا کہ دیوبند
وہابیہ کروڑوں کروڑوں خداؤں کے پجاری ہیں ـــــ ہے تھانوی وغیرہ کسی دیوبندی
یا وہابی میں دم کہ اس کا جواب لا سکے؟ (۱)

الموت الاحمر ۸ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچی، پہلی بار مطبع
اہلسنت وجماعت سوداگران بریلی سے شائع ہوئی، پھر مکتبہ الحبیب الہ آباد نے
۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔ قدیم طرز کی کتابت اب متقاضی ہے کہ جدید ترتیب
اور بہترین کتابت وطباعت کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے تاکہ اس بہترین اور
نفیس تحفہ سے ہر شخص فیض یاب ہوسکے۔

القسورۃ علی ادوار الکفر والحمراء

تحریک خلافت کے ہنگامے کے دوران مولانا ظفر علی خاں بی، اے کی ایک نظم
بعنوان نالۂ خلافت کئی بار شائع ہوئی۔ پھر جون ۱۹۲۵ء کے اخبار زمیندار لاہور جس
کے وہ خود ایڈیٹر تھے اس میں وہی نظم فیصلۂ کفر واسلام کے عنوان سے دوبارہ طبع
ہوئی۔ مولانا ابو البرکات سید احمد قادری نے اس نظم کے تین شعر سے متعلق مفتیانِ

(۱) مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا : الموت الاحمر

کرام سے استفتاء کیا۔ اور ان کے جوابات شائع کئے۔ وہ تین اشعار یہ ہیں :

یہ سچ ہے اس پہ خدا کا چلا نہیں قابو   مگر ہم اس بتِ کافر کو رام کرلیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل لندن میں   وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی   خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے (۱)

ذوقِ ایمان رکھنے والا ہر شخص مذکورہ اشعار سن کر ہی متنفر و بیزار ہو جائیگا۔ اس کا ایمان و یقین پکار اٹھے گا کہ یہ کسی ایمانی فکر و ذہن کی پیداوار نہیں، بلکہ شاعر حریمِ اسلام سے قدم باہر نکال چکا ہے۔

مستفتی کی حیثیت سے نائب ناظم حزب الاحناف محمد الدین (لاہور) کا نام ہے۔ ان تینوں اشعار سے متعلق حضرت مفتی اعظم سے فتویٰ دریافت کیا گیا۔ مفتی اعظم نے ایک تفصیلی فتویٰ قلم بند فرمایا جو ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ فتوے میں رقم طراز ہیں :

اے عزیز! یہ کیا پوچھتا ہے کہ یہ اشعار درست ہیں یا خلافِ شرع؟ ——— ارے برادرِ دینی یہ پوچھ کہ کیسے اخبث و اشنع کفریات ہیں۔ جن میں شائبہ بھی ایمان کا نہیں۔ اور جو ان کے کفر ہونے اور ان کے قائل کے کافر ہونے میں شک کرے اس کا کیا حکم ہے؟ ——— بلکہ در حقیقت بات تو پوچھنے کی یہ بھی نہیں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قطعاً کفر ہیں۔ یقیناً کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بے شک ان اشعار کا قائل ذقابل کافر، اور جو اس کے کفر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی اس کا ساتھی۔ (۲)

ساتھ ہی ان سطور کے تیور و لہجہ سے عیاں ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کی بارگاہ منزہ و مقدس میں جسارت و بے لگامی اور گستاخی و بدکلامی کس قدر شنیع و قبیح ہے۔ جس کے بعد ان کی ذاتی شان و شوکت اور وجاہت و شہرت، شریعت مقدسہ کی عدالت عالیہ، علماءِ ربانین کی بارگاہ حق پسند میں ذرا بھی پاس و لحاظ کے قائل نہیں

(۱) ظفر علی خاں شاعر و ادیب : روزنامہ زمیندار لاہور، بابت ۷، جون ۱۹۲۵ء
(۲) مصطفیٰ رضا خاں، مولانا: القسورہ ص ۵۵

رہ جاتی۔

حضرت مفتی اعظم نے اس فتوے میں وجوہِ کفر کا جس ژرف نگاہی اور دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے وہ مطالعے سے حال منکشف ہو جائیگا۔ یہ مبارک فتویٰ انجمن حزب الاحناف لاہور نے ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۴ء میں شائع کیا۔ جدید ایڈیشن رضا دارالاشاعت بہیڑی بریلی نے ۱۴۱۰ھ/ ء میں جاری کیا۔ مگر ناشر جدید سے یہ غلطی ہوگئی کہ انھوں نے اصلی نام کے بجائے فرنٹ صفحے پر "ایک اہم فتویٰ" لکھ دیا جس سے کتاب کی وقعت و اہمیت پر دھبہ لگ گیا ہے۔

القسورہ پر ۲۰ جلیل القدر علماء و مفتیان کرام کی تصدیقات ثبت ہیں۔ جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں :

۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
۲۔ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی
۳۔ شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی
۴۔ سہیل ہند مولانا غلام قطب الدین برہمچاری
۵۔ مفتی غلام محمد جان قادری رضوی ہزاروی
۶۔ مفتی معوان حسین مجددی رام پوری
۷۔ مولانا محمد اسمٰعیل محمود آبادی
۸۔ مولانا مختار احمد رضوی صدیقی میرٹھی

القسورہ پر تمہیدی کلمات مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری نے لکھے ہیں۔ اور آخری صفحات پر چند مفتیان کرام کے فتاویٰ بھی شامل کردئے ہیں۔

وقایہ اھلِ سنت

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی مفتی، مدبر و مفکر ہونے کے ساتھ ہی محدث اور اسماء الرجال پر اعلیٰ گرفت رکھتے تھے۔ اس دعوے کا ثبوت وقایہ اہل سنت کے مطالعے

سے مل جائے گا۔ اذانِ خطبہ کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک فتویٰ صادر فرمایا۔
چند علماء نے اختلاف فرمایا۔ اختلاف کرنے والوں میں کوئی بھی قابل ذکر نہیں ہے۔
امام احمد رضا کا موقف تھا کہ:

اذان ثانی خارج مسجد، منبر کے سامنے دی جائے۔

اور مخالفین کا کہنا تھا کہ:

یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے پاس دی جائے، یہی کتب سے ثابت ہے

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے موقف کی تائید میں ائمہ احناف کے علاوہ جن احادیثِ
کریمہ سے استدلال فرمایا تھا، ان میں سنن ابو داؤد کی وہ حدیث بھی تھی جو حضرت
ثابت بن یزید سے مروی ہے۔ اس میں صراحت کی گئی ہے:

اذانِ خطبہ جمعہ عہدِ رسالت مآب سے لے کر صحابۂ کرام تک مسجد کے باہری
دروازے پر دی جاتی تھی۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان ثانی خارج مسجد ہونا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی بھی سنت ہے، اور خلفاء راشدین کی بھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک
شوشہ چھوڑا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور اپنے ضعف کی وجہ سے وہ قابل استدلال
نہیں ہے۔ انھوں نے ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ:

اس حدیث میں محمد بن اسحٰق نام کے ایک راوی ہیں، جو ائمہ جرح و
تعدیل کے نزدیک یا تو کذاب ہیں یا مُتّہم بالکذب ہیں۔

ایک عظیم المرتبت اور جلیل القدر تابعی کی ذات گرامی پر مولوی تھانوی کا یہ جارحانہ حملہ
حضرت مفتی اعظم کی غیرت دینی برداشت نہ کر سکی۔ انھوں نے اس عالم کرب میں قلم اٹھایا
اور مولوی تھانوی کے استدلال کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مفتی اعظم بحث کے آغاز میں
لکھتے ہیں:

جان توڑ یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک جلیل القدر
تابعی امام المغازی محمد بن اسحاق کو کذّاب یا مُتّہم بالکذب ثابت کرے۔

مفتی اعظم آگے رقم طراز ہیں:

یہ محمد بن اسحٰق پر تھانوی صاحب نے کذّاب ہونے کی تہمت باندھی
ہے۔ یہ امام اعظم کے استاد بھائی، اور امام یوسف کے استاد، اور امام
محمد کے استاذ الاستاد ہیں۔ (۱)

مولوی تھانوی نے جہاں سے طعن و تشنیع کا مواد فراہم کیا ہے، ان میں ذیل کی چار
کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں:

۱۔ میزان الاعتدال جلد دوم
۲۔ تہذیب التہذیب
۳۔ کتاب الترغیب والترہیب
۴۔ جواہر النقی

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے وقایہ اہلسنت میں ثابت فرمایا ہے کہ:

○ ابنِ اسحاق کو محدثین کی اصطلاح میں حجت کہا جاتا ہے۔
○ ابنِ اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔
○ ابنِ اسحاق بہت ہی راست گو اور سچے ہیں۔
○ ابنِ اسحاق میں کوئی عیب نہیں ہے۔
○ ابنِ اسحاق سے مروی حدیث صحیح ہے۔
○ ابن اسحاق ثقہ ہیں، اور ان کی بیان کردہ حدیث حسن ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے محمد بن اسحاق کی مدح و توثیق اور ان کی جلالت شان
کے اعتراف میں اکابر ائمہ حدیث کے روشن اور گراں مایہ ارشادات نقل کئے ہیں
حدیث کی بات یہ ہے کہ مولوی تھانوی کو تنکے تو نظر آگئے لیکن محمد بن اسحٰق کی دیانت و
ثقاہت اور فضل و تقویٰ کے یہ بڑے بڑے پہاڑ نظر نہیں آئے۔ اب ایسی صورت
میں مولوی تھانوی نے صرف حضرت محمد بن اسحٰق ہی کو کاذب نہیں کہا بلکہ ان کی آڑ میں

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: وقایہ اہلسنت ص ۵،

جمہور علماء حدیث کو کاذب اور متہم بالکذب گردانا ہے۔ مولوی تھانوی نے میزان الاعتدال کی عبارت کو کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ چھپایا ہے مگر مفتی اعظم نے ان کی خیانت کی نقاب کشائی کر دی۔ مفتی اعظم کے الفاظ ہیں:

تھانوی صاحب کی یہ عنایت فقط ائمہ احناف ہی پر نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صحاح ستہ کو بھی نہیں بخشا۔ کیونکہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیثیں صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً ہے۔ اور صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں مسنداً ہیں۔ (۱)

وقایہ اہل سنت ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت عمدہ اور تصحیح کا خیال رکھا گیا ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی نے اپنے اہتمام سے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں مطبع اہل سنت و جماعت سوداگران بریلی سے شائع کیا۔

ادخال السنان

زیر نظر کتاب ادخال السنان مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف بسط البنان کی کفری عبارات کے رد کا دوسرا حصہ ہے۔ پہلا حصہ وقعات السنان کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے مولوی اشرف علی تھانوی سے ۱۳۲ سوالات قاہرہ کئے ہیں۔ اور وقعات السنان میں ۱۶۰ سوالات قائم کئے۔ جس کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ سوالات آج بھی گردن وہابیت پر ننگی تلوار کی طرح لٹک رہے ہیں۔ پوری قوم وہابی سے جوابات دینے کی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ مولوی تھانوی کو ان الفاظ سے مخاطب کیا ہے:

بخدمت گرامی منش، سراپا دہش، وسیع المناقب، جناب اشرف علی تھانوی صاحب

کتاب ادخال السنان کا تعارف خود مصنف قدس سرہ کراتے ہیں:

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: وقایہ اہل سنت

اس علم محیط کے متعلق گنگوہی اور آپ تھانوی اور اسماعیل دہلوی صاحب کی خوب خوب خبر گیری میرے رسالہ ادخال السنان رد دوم بسط البنان میں ہے۔ جس میں آپ سے ایک سو ساٹھ قاہر سوالات ہیں نہیں سپر وہابیہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال کہ ایک آپ تھانوی صاحب ظاہری کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے، اور آج تک بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب ہے۔ اب آپ اپنے طلب تحقیق کے لباس میں اسے ضرور بغور ملاحظہ کیجئے۔ (۱)

حضرت مفتی اعظم کے یہ ایسے سوالات قاہرہ ہیں کہ مولوی تھانوی کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا کوئی جواب نہ بن پڑا، اور جواب دیئے بغیر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر آج بھی پوری ذریات کے لئے یہ سوالات شمشیر برہنہ کی طرح وہابیہ کے سروں پر لٹکے ہوئے ہیں۔

ادخال السنان ۷ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل ـــــ دربار الٰہی سے تھانوی صاحب کی محرومی
دوسری فصل ـــــ دربار رسالت سے تھانوی صاحب کی نامرادی
تیسری فصل ـــــ علم ماکان و مایکون پر حکم کفر و بدعت لگانے میں
چوتھی فصل ـــــ مایکون کے علم میں
پانچویں فصل ـــــ جملہ ماکان و مایکون موجودات کے علم محیط
چھٹی فصل ـــــ زمین کے علم محیط میں
ساتویں فصل ـــــ علم محیط زمین سے بھی بہت کم مقدار میں

مفتی اعظم ہند نے طرز استدلال وہی اختیار فرمایا ہے جو ان کے والد ماجد کا ہے۔ پہلے قرآن عظیم، تفسیر سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ بعدہٗ احادیث کریمہ، اقوال ائمہ مجتہدین، اور کتب فقہ کے حوالہ جات سے عبارت مزین کی ہے۔ اور جگہ جگہ جوابی الزامات بھی کئے ہیں۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل رسالہ کی کتابت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط رہ

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: الموت الاحمر ص ۲۱

گئیں۔ مفسرِ اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں نے اپنے مطبع اہلسنت وجماعت بریلی سے شائع کیا۔

فتاوی مصطفویہ

بریلی شریف کی مسندِ افتاء سے جتنی کثرت سے فتاوی صادر ہوئے شاید ہی کسی دوسری جگہ کو یہ فخر و امتیاز حاصل ہو۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ فتاوی نویسی میں گزاری اور ان کے صاحبزادے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ فتاوی رضویہ کی بارہ جلدیں آج پوری دنیائے اسلام سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

مفتی اعظم کی مرجع شخصیت سے ہندستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں امریکہ افریقہ، پاکستان، بنگلہ دیش، سعودی عرب اور ہالینڈ سے لاکھوں شرعی استفسارات کئے، آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا۔ مفتی اعظم کے فتاویٰ کی صرف تین جلدیں منظر عام پر آسکیں ہیں، باقی ہنوز تشنۂ طباعت ہیں۔ افسوس صد افسوس مفتی اعظم کے قیمتی فتاویٰ اور علمی اثاثہ ضائع ہوگیا۔ مرتبین فتاوی مصطفویہ کو پورے رجسٹر تلاش بسیار کے باوجود حاصل نہ ہوسکے۔ ورنہ آپ کے فتاوی کا مجموعہ فتاوی رضویہ کی بارہ جلدوں سے کم نہ ہوتا۔

فتاوی مصطفویہ کا بنظرِ غائر جائزہ لیجئے تو مفتی اعظم کا تبحرِ علمی، فقیہانہ بالغ نظری طرزِ استدلال اور طریقِ استنباط کی داد دینی پڑتی ہے۔ مفتی اعظم جزئیات کے استنباط اور طریقِ استدلال میں ان تمام جہات اور اصول وضوابط کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، جو ایک بالغ نگاہ فقیہ کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ مقام آپ کو اپنے والد ماجد کی فیض صحبت سے حاصل ہوا ہے۔ فتاوی مصطفویہ اس دور میں ہماری فقہی اور دینی معلومات کے لئے ایک اہم سرمایہ ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے مسئلہ مسئولہ کے جواب میں وہی طرزِ استدلال اختیار کیا ہے اور متونِ مشہورہ سے جواب اخذ کرتے ہیں جو طرز آپ کے والد ماجد کا تھا۔ مفتی اعظم کے

دس سالہ (۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء سے ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء) فتوی نویسی کا ایک رجسٹر مفتی اعظم نے ڈاکٹر فیضان علی رضوی بیسلپوری کو عنایت کر دیا تھا۔ انھوں نے بڑی محنت ولگن سے فتاوی کو باب باب کیا اور اس کو تین جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا۔ ڈاکٹر فیضان علی اور حاجی قربان علی حامدی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس علمی سرمائے کو امت مسلمہ تک پہنچا دیا۔ تاہم جدید ترتیب اور اصلاح کا ہنوز متقاضی ہے

الملفوظ (۴ حصہ)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کا دنیائے سنیت پر احسان ہے کہ انھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے ارشادات کو تحریر کی لڑی میں پرو دیا۔ الملفوظ جواہر ریزوں اور ذخائرِ علم و حکمت کا ایک گراں مایہ اثاثہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے اقوال و ارشادات کو جمع کرنے کا یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری نہیں رہا۔ مفتی اعظم کی دوسری مصروفیات کے باعث اکثر ناغے ہوجاتے تھے۔ آپ اگر ایک طرف رضوی دارالافتاء کے مفتی تھے، تو دوسری جانب والد کے معین راست تھے۔ تصنیف و تالیف، درس وتدریس اور تبلیغ اسلام جیسی اہم ذمے داریوں نے تسلسل کے ساتھ جمع و ترتیب کا موقع نہ دیا' ورنہ الملفوظ کے صرف چار حصے نہ ہوتے بلکہ یہ ایک ایک عظیم دفتر ہوتا۔ جیساکہ خود صاحب مرتب مفتی اعظم اپنے مقدمے میں اسکی صراحت فرماتے ہیں:

> میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کر دوں۔ مگر میری بے فرصتی آڑے آئی۔ اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا۔ آگے قبول و اجر کا اپنے مولی تعالی سے سائل ہوں۔ (۱)

الملفوظ میں روحانی، ایمانی ایقانی اور اخلاقی تعلیم کے کوثر و سلسبیل ملیں گے۔ اور اہل

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: الملفوظ ج ۱

تصوف وسلوک کو باطنی خوبیوں سے متصف ہونے کے لئے تزکیۂ نفس، اور تصفیۂ باطن کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ اس میں بہت سے تمدنی وتہذیبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاریخی اشارات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان واقعات وروایات میں زیادہ تر تاریخ وسن کے حوالے نہیں ملتے۔ تاہم واقعات کے تطابق اور دیگر متعلقات پر نظر رکھنے سے تاریخ صحت کے ساتھ معلوم کی جاسکتی ہے۔

حضرت مفتی اعظم کا یہ بہت بڑا لازوال کارنامہ ہے کہ انھوں نے ہم مہجوروں کو امام احمد رضا بریلوی کی مجلس میں بٹھادیا۔ قلب مضطر کو چین وسکون میسر آیا۔ اس لئے کہ جدائی کے زخم کو مندمل کرنے کے لئے مجلسی گفتگو سے بڑھ کر کوئی اور اچھا مرہم نہیں۔ جامع الملفوظ مفتی اعظم کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ مجلس میں بیٹھنے والے سائل کو "عرض" اور امام احمد رضا بریلوی کے جواب کو "ارشاد" کے عنوان سے مخاطب کیا ہے۔ جب الملفوظ مکمل ہوئی تو امام احمد رضا نے ایک تاریخی قطعہ ارشاد فرمایا:

میرے ملفوظ کچھ کئے محفوظ — مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصطفیٰ کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں — زبر و بینہ میں الملفوظ (۱)

۱۳۳۸ھ

---

(۱) مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا: الملفوظ

نوٹ:۔ راقم السطور نے الملفوظ کا تفصیلی جائزہ ایک مقالے کی صورت میں تحریر کیا تھا جو سالنامہ یادگار رضا (۱۹۹۵ء) مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی سے شائع ہو چکا ہے۔ اور اسی مقالہ کو الملفوظ کے جدید اڈیشن جس کو قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ روڈ بریلی نے شائع کیا۔ اس میں بھی شامل اشاعت ہے۔ رضوی غفرلہٗ

سوراخ در سوراخ

تحریر: ——— مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہٗ

الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ حمد اس خدائے واحد احد صمد قدوس بے مجدہ کو جس نے حق واہل حق کی نصرت فرمائی۔ انھیں اپنی حمایت میں لیا اور باطل واہل باطل کو خائب وخاسر فرمایا اور ان کا منہ کالا کیا۔ جبھی تو وہ کچھ ایسے دست وپا چہ ہو رہے ہیں کہ کچھ بنائے نہیں بنتی۔ وہ جو زبردستی جھوٹ کو سچ کر دکھاتے تھے۔ دھینگا دھانگی سے سچ کو جھوٹ بناتے تھے کچھ ایسے سراسیمہ وپریشان ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ لاکھ لاکھ کوششیں کرتے ہیں کہ یہ مصیبت ٹل جائے مگر وہ ع نہیں ٹلتی نہیں ٹلتی نہیں ٹلتی۔ بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی ع نہیں مٹتی نہیں مٹتی نہیں مٹتی۔ آٹھ آٹھ آنسو رو رہے مسلسل اشکوں کا تار بندھا ہے یہ پیہم آنسوؤں کی لڑی ان کے بس کی نہیں ہزار ہزار روکتے ہیں مگر وہ ع نہیں رکتی نہیں رکتی نہیں تھمتی۔ رونی صورت رونی مورت کو زبردستی ہنستا کھرا شاداں چہرہ بنانا چاہتے مگر وہ ع نہیں بنتی نہیں بنتی نہیں بنتی۔ بھلا کاغذ کی ناؤ بھی کہیں چلی ہے مشہور ہے ع ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں۔ یہ اپنا جھوٹا کھوٹا بھرم بنا رکھنے کو اسے بار بار چلاتے ہیں۔ مگر وہ ع نہیں چلتی نہیں چلتی نہیں چلتی۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو اتباع حق کی توفیق بخشے اور ناحق کی پیروی اور باطل کی وکالت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ آج ایک اشتہار جس کی سرخی "ترک خلافت کے قائل

اور حامی ہیں" نظر آیا عقلا پر تو روشن کہ یہ وہی خون پونچھتے جانا اور یہ کہتے جانا کہ
اللہ جھوٹ کرے۔ ہاں اگر کوئی احمق جاری خون کو صاف کرتے اور بہتے آنسو پونچھتے دیکھکر
بھی یہ کہہ دے کہ اس کے کاری یا غیر کاری زخم ہی نہیں اور یہ صورت روتی صورت نہیں
تو اس کی حماقت سے عجب نہیں۔ مسلما تو خدا لگتی کہنا۔ کیا چند جھوٹے ادعائی بے سر و پا
جملے چھاپ دینا اور محض بزور زبان کچھ لغو دعوے بنام جواب پیش کر دینا کسی عاقل کے
نزدیک کسی حق بات کے جواب کو کافی ہیں اگر ایسا ہو تو کبھی کوئی حق حق ثابت ہی نہ ہو سکے
اور نہ کوئی باطل باطل ٹھہر سکے۔ دکھایا یہ گیا تھا کہ خود ترکی سلطان ترک کی خلافت شرعیہ کو
نہیں مانتے۔ ثبوت میں خود خلافت کے بڑے ہمدم و دمساز اخبار کی خبریں تھیں اس کا یہ
بے ثبوت جواب کہ "ترک خلافت کے قائل اور حامی ہیں" کیا محض ادعائے باطل نہیں۔
اور یہ کہ "ترکان احرار یا غازی مصطفٰے کمال پاشا ہرگز خلافت سے منکر یا مخالف نہیں اور نہ انھوں
نے خلافت کو توڑا ہے۔" کیا محض بزور زبان دعوٰی کاذب نہیں اور یہ کہ "بلکہ وہ تو سابق سلطان
وحید الدین آفندی سے اپنے تخت پر رہنے کے واسطے کہتے رہے جبکہ وہ تخت چھوڑنا چاہتے
تھے مگر مداینہ کانفرنس کے بعد وحید الدین نے دول یورپ سے سازش کر لی۔ الخ کیا یہ
محض افترائی و بہتانی قول نہیں۔ ان تینوں لچر دعووں کے ساتھ نام ثبوت بھی کیا ہے
جو در حقیقت ثبوت نہیں ان کی حقیقت کھولتا ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے اخبار خلافت
سے جلال الدین عارف بے کی طرف منسوب ایک تار نقل کیا ہے۔

اولاً اس تار میں اس تیسرے بے بنیاد دعوے کا کہیں پتا نہیں۔ اس کے کسی ایک
لفظ سے یہ خود تراشیدہ مضمون نہیں نکلتا۔

ثانیاً اگر یہ خود تراشیدہ نہ بھی ہوتا فرض کیجئے کہ اسی تار کا ایک ٹکڑا ہے تو اس
تار ہی کا کیا ثبوت کہ یہ تار جلال الدین عارف بے کا ہے۔ یہ بھی ایک باطل ادعا اور
لغو دعوٰی ہے۔ کیا ثبوت ہے کہ یہ تار ان کا ہے۔ خلافت کمیٹیوں نے جو چاہا ان کے نام سے

چھاپ دیا۔ یہ تو وہی ہوا کہ ایک مدعی ایک دعوٰی کرے ثبوت مانگئے تو وہ کہے کہ یہ بات
یوں ہی ہے۔ اس لئے کہ یہ یوں ہی ہے یا یہ کہ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں۔ کیا کوئی عاقل اس کے
جنونی ثبوت کو ثبوت کہے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ ایک امر کے زید عمرو خالد ولید مدعی ہوں جب ثبوت
مانگئے تو زید کہے اس لئے کہ عمرو نے ایسا چھاپا ہے عمرو کہے اس لئے کہ خالد و ولید نے ایسا ہی
کہا ہے۔ سبحان اللہ اسے کوئی مجنون ہی ثبوت کہے گا۔ جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں
عقل ہے تو وہ یہی کہے گا کہ ارے احمقو تم چاروں ایک ہی بات کے مدعی ہو۔ تم سب کا ایک
ہی دعوٰی ہے۔ ایک کا وہی دعوٰی دوسرے کی دلیل کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اگر یہ قابل
قبول ثبوت ہو تو کوئی باطل سا باطل بے ثبوت نہ ہو سکے گا۔ مشرک ایک خدا کے قائل
نہیں چند معبود مانتے ہیں۔ ثبوت مانگئے وہ کہیں فلاں ہندو کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے
فلاں ہندو اخبار میں یوہیں چھپا ہے اور ایک کتاب و اخبار کیا جتنے ہندو ہیں سب
اسی کے قائل ہیں۔ اور ایک ہندوؤں پہ کیا ہے دنیا بھر کے مشرک ایسا ہی کہتے ہیں۔

شاید خلافت کمیٹیوں کے عقلا ہی دنیا میں ایسے نکلیں جو ایسے ثبوت کو ثبوت مانیں۔

ثالثاً تھوڑی دیر کو فرض کیجئے یہ تار انھیں کا تار ہے تو اس کے کسی لفظ نے یہ بتایا کہ احرار
ترک ترکوں کی خلافت شرعیہ مانتے ہیں اور انھیں خلیفہ شرعی جانتے ہیں اور بحث اسی کی
تھی رہا خلافت کا لفظ کہنا اس سے خلافت شرعیہ مراد ہونا ضرور نہیں۔ عرف میں خلیفہ ہر
بادشاہ کیا بلکہ ہندستان کے عرف میں تو لڑکوں کے استاذ کو کہا جاتا ہے بلکہ پہلوانوں
کے ہر اکھاڑے میں ایک خلیفہ ہوتا ہے۔ سقہ بلکہ حجام کو بھی بولا جاتا ہے۔ کون کہہ سکتا
ہے کہ حجام کو خلیفہ بمعنی خلیفہ شرعی کہا جاتا ہے۔ شرعاً عصمت سوا انبیاء کرام و ملائکہ کے
کسی اور کے لئے نہیں۔ پھر عرف میں نابالغ بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں۔ کون کہہ سکتا
ہے کہ وہ اس معنے سے معصوم کہے جاتے ہیں۔

رابعاً ہم ان کی بھی مان لیں اور تھوڑی دیر کو فرض کرلیں کہ یہ تار اُنھیں کا تار
ہے اور اس سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ حال کے ترکوں کو خلیفہ شرعی ہی جانتے
ہیں۔ تو اس صورت میں الزام ان ترکوں کے سر سے اٹھ سکتا ہے۔ مگر انور پاشا
اور ان کے ساتھی جنھوں نے سلطان عبدالحمید خاں کو تخت سے اتارا اور ان سے
پیشتر کے گروہا گروہ ترک جنھوں نے سلطان مراد کو معزول کیا اور خود سلطان
عبدالحمید خاں مرحوم اور وہ ترک جو سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم مغفور کے قتل کی
سازش میں شریک تھے ان پر الزام اب بھی ویسا ہی قائم رہا۔ ان واقعات کو بھی
کہہ دو کہ یہ "روٹر ایجنسی کے بعض تاروں اور انگریزی اخبارات کے بعض مضامین نے
جس کے ترجمے اردو اخبارات میں آئے ہیں بعض مسلمانوں کو غلط فہمی اور دھوکے میں
ڈال دیا ہے۔" حقیقت واقعیہ کچھ اور ہے۔ مسلمانوں کا شک دور کرنے اور انھیں
دھوکے سے نکالنے کے لئے دو چار دس پانچ اور پیغام شائع کردو۔ مگر دیکھو انگریزی
ذرائع سے کوئی پیغام نہ آئے کہ اس کے مردود و نامعقول ہونے کا ذریعہ یہی انگریزی ذریعہ
ہے۔

یہ مضمون مع سوالات ذیل ۳ رجمادی الاولیٰ کو کاپی ہو چکا تھا۔ مگر پریس مین کے
موجود نہ ہونے سے طبع نہ ہوا۔ اتنے دنوں میں اور اخبارات نظر سے گزرے۔ خود خلافت
کے پرچے نے ہماری تائید اور اس اشتہار "ترک خلافت کے حامی اور قائل ہیں" کی صاف
واضح روشن تکذیب کردی۔ اب لطف ہی کچھ اور ہو گیا ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ؛ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

ملاحظہ ہو اخبار خلافت ج ا نمبر ۴ ۱۳ جمعہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ تقریر
عبدالرؤف صاحب درجلسہ جمعیۃ العلماء گیا۔

" لیکن ترکوں کی تازہ فتوحات اور ان کے جدید سیاسی دور نے اسلامی
رسم و رواج میں کچھ تغیرات پیدا کردئے ہیں جن پر اسلامی نقطۂ نظر سے
بحث کرنا ہمارا فرض ہے۔ ترکوں نے اپنے نئے سیاسی انتظامات کی رو
سے خلیفہ کے عہدے میں تبدیلیاں پیدا کردی ہیں۔ مولنا عبدالروف صاحب
نے بیان کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلیفہ کو نہ صرف نامزد اور منتخب
کرسکتے ہیں بلکہ معزول بھی کیا جاسکتا ہے اور خلافت کو کسی خاص
خاندان بالخصوص آل عثمان میں محدود کردینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی
لیکن یہ امر واضح ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک خلیفہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ
اسے دینی و دنیوی دونوں اختیارات نہ دے دئے جائیں"۔

آپ نے دیکھا کہ پرچہ خلافت نے کیسا بے پردہ و بے حجاب اقرار و اعتراف کیا کہ ترکوں
نے خلافت نہ مانی کہ خلافت مانتے تو خلیفہ کو دینی و دنیوی دونوں اختیارات دیتے اور
انھوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر اسی پرچہ خلافت نے کہا :

"اسلام میں خلیفۃ المسلمین کو دینی و دنیوی طاقتوں کے اجتماع کا حکم ہے"۔

نیز کہا :

"جب ایک خلیفہ کو منتخب کردیا تو اس کو دینی و دنیوی دونوں طاقتوں
کا مرکز بنا دینا ضروری ہے"۔

اب خود فیصلہ فرمالیجئے کہ پرچہ خلافت نے کس کی تائید اور کس کی تکذیب کی۔ بلکہ اسی پرچۂ
خلافت میں زیر عنوان "مکتوب آستانہ۔ انقلاب خلافت کے صحیح حالات بذریعہ ڈاک
قسطنطنیہ سے" وہ چھپا جس نے کذابوں کے کذب اور دروغ بافوں کے دروغ بے مزہ
کی پردہ دری کردی۔ ملاحظہ ہو :

" پھر اس جشن کو بارہویں ربیع الاول شریف ۴۱ھ کے دن نے اور بھی

کمال پر پہنچا دیا۔ اسی دن میں ترکی ملت مجلس نے اپنے دورہ کی نئی بنیاد ڈالی
ہے جو خدا کرے اسلامی دنیا کے لئے فاتح خیرات و برکات ثابت ہو۔ اسی
دن میں عثمانی شخصی حکومت کی حاکمیت ملیت ترکیہ کا اعلان کیا جاتا ہے اور
آج ہی سے باب عالی دفتر تاریخ میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔"

اب تو خلافت ایجنسی کے تاروں سے ثابت ہو گیا کہ ترک ترکی خلافت کو خلافت شرعیہ
نہیں مانتے۔ کیا اب بھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہی کہو گے کہ رپوٹر ایجنسی کے
بعض تاروں اور انگریزی اخبارات کے بعض مضامین نے بعض مسلمانوں کو دھوکے میں
ڈال دیا ہے اور خلافت کے ہمدم نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک اس کے دم میں دم
باقی ہے خلافت میں دم باقی نہ چھوڑے گا پہلے جو کچھ کہا تھا اس کا تو تمہارے پاس وہ جواب
تھا کہ یہ انگریزی اخبارات کی خبریں ہیں۔ لہذا قابل اعتبار نہیں۔ اب اس نے وہ کہا
ہے جس کا جواب ناممکن ہے۔ حبیب الرحمن دیوبندی کا خطبۂ صدارت گیا نقل کیا ہے
اس میں جا بجا وہ کہا جس نے خلافتیوں کا بھرم بگاڑ دیا اور خود ساختہ خلافت کی
عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کا قلعہ ڈھا دیا۔ ملاحظہ ہو:

"خلیفہ کے اختیارات، خلیفہ کے لئے اختیارات تام اور تصرفات عام وشامل
کا ہونا شرعاً لازم ہے۔ کوئی ایسا شخص جو با اختیار نہ ہو احکام کی قدرت نہ رکھتا
ہو مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔"

اور احرار ترکی نے سلطان عبدالحمید خاں صاحب کے لئے اختیارات تام و تصرفات عام
و شامل رکھے نہیں وہ سب اپنے ہاتھ میں رکھے تو وہ قادر نہ ہوئے صاحب اختیار نہ
ہوئے اور جو ایسا نہ ہو ہمدم اور دیوبندی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ نہیں لہذا عبدالحمید خاں
صاحب خلیفہ نہیں اور یہی ہم نے کہا تھا کہ ترک ترکی خلافت نہیں مانتے۔ اگر مانتے تو وہ ایسا
نہ کرتے۔ پھر کہا:

"خلافت کے متعلق ہمارے بیانات سابقہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ خلافت
کے لئے اختیارات کا ہونا لازمی شرط ہے۔ خلافت سلطنت سے علیحدہ کوئی
چیز نہیں۔ اگر خلیفہ کو اختیارات سلطنت حاصل نہوں یا خلافت کے مفہوم سے
وہ اختیارات مٹا دئے جائیں جن سے حفظ ثغور و دفاع عن الحدود و قیام
لمصالح المسلمین وغیرہ کا تعلق ہے تو ایسی خلافت شرعاً قابل اعتبار نہیں،
اور ایک مجبور خلیفہ کو قائم کرنا مسلمانوں کو نصب امام کے فریضے سے سبکدوش
نہیں کرتا۔"

آپ نے کہا کہ کیسا بھر منہ کہا ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں صاحب کی خلافت قابل اعتبار
نہیں کیونکہ وہ مجبور محض ہیں انھیں اختیارات حاصل نہیں، ان کے اختیارات مٹا دئے
گئے۔ اور اختیارات کا ہونا یہ خلافت کی لازمی شرط ہے۔

پھر کہا:

"مگر یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ خلیفہ کے اختیارات سلب کر لئے جائیں اور
سلطنت کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ خلیفہ سے علیحدہ سلطان کا انتخاب
نہ شرعاً جائز ہے اور نہ اس سے فائدہ ہے۔"

اب گاندھی پارٹی جو ترکوں کی خلافت کی قائل بلکہ بانی ہے، وہ بتائے کہ مصطفیٰ کمال
پاشا اور ان کے ساتھی جنہوں نے یہ سب کچھ کیا ان کا کیا حکم ہے، اور اس دیوبندی کا جس
نے ایسوں کو مجدد خلافت کا لقب دینا تجویز کیا اور جنھوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

پھر کہا:

"وہ حقیقی صورت خلافت کی نہیں اور نہ قواعد شرعیہ پر منطبق ہے وہ
صورتیں محض تغلب اور تسلط کی ہیں جن کو بمجبوری گوارا کیا گیا ہے لیکن
اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ خلافت کو اور سلطنت کو اصول شرع پر قائم کریں

توہم کو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس کو محض روحانی پیشوا کے درجے میں رکھا جائے۔"

کیا اب بھی یہی کہوگے کہ ترک خلافت کے قائل اور حامی ہیں اور انھوں نے خلافت کو نہیں توڑا ہے۔ شرم شرم شرم۔ مگر ان الگاندھویۃ قوم لا یعقلون شیئا و لا یستحیون ابدا۔ اب ہم

مولوی عبدالباری فرنگی محلی اور مسٹر ابوالکلام آزاد اور عبدالماجد بدایونی وغیرہ صاحبان کبرائے گاندھویت

سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ حضرات نے خواہ مخواہ محض بے فائدہ بالکل بے ضرورت مسئلہ اجماعیہ خلافت میں خلاف کرکے مسلمانوں میں ایک عظیم افتراق پیدا کر دیا کیا سلطان کی امداد کے لئے یہ ضرور تھا کہ انھیں خلیفہ شرعی کہا جائے۔ منکرین پر کفر وارتداد کا حکم لگایا جائے۔ بغیر اس کے ان کی مدد نہیں ہوسکتی تھی۔ ان کی مدد حسب مقدرت وموافق وسعت وطاقت کے وجوب کو کیا ان کا سلطان المسلمین ہونا کافی نہ تھا' انکا خادم الحرمین ہونا کیا ان کے اعزاز وشرف کو بس نہ تھا پھر وہ کونسی ضرورت ملجئہ تھی جس نے آپ کو رد فرامین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خرق اجماع صحابۂ کرام وائمۂ عظام وعلمائے اعلام اہل سنت خیرالانام علیہ ثم علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ابھارا۔ اگر یہ خطائے عظیم آپ سے دیدہ ودانستہ ہوئی اور یقیناً عمداً ہوئی تو اگر نادانستہ کید وکمند شیطان رجیم میں پھنس کر ہوئی اور یقیناً نادانستہ نہ ہوئی تو بہرحال آپ پر توبہ لازم اور ہر لازم سے بڑھ کر لازم ہے کہ حق واضح وآشکار ہوچکا اور آپ کا بھرم بگڑ چکا۔ اللہ حسیب ہے قیامت قریب ہے۔ انسان ہو انسان سے گناہ ہوتا ہی ہے۔ مبارک ہیں وہ بندے جو توبہ کریں اپنے گناہوں سے رجوع کرلیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ پر نظر رکھتے ہوئے جلد اپنی توبہ کا اعلان کردیجئے کہ یہ مسلمانوں

میں جو تشتت وافتراق محض آپ حضرات کے کوتکوں سے ہوگیا ہے اس کا قصہ ختم ہو۔ اور اگر اب بھی آپ اپنی ضد اپنی بیجا ہٹ سے باز نہ آئیں اسی پر جمے رہیں تو مہربانی فرماکر دو سال قبل سے آج تک جو امور جواب طلب آپ کے ذمے ہیں جو پہاڑ آپ پر سوار ہیں ان کے جواب لائیے اور نہ سہی صرف اتمام حجت تامہ ہی کے فقط ستر سوالات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اور اب تازہ اشتہار" نان کوآپریشن" کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور" آہ خلافت" میں جو جو امور جواب طلب ہیں ان کا اور ذیل کے چند دریافت طلب امور کا جواب دیجئے۔

مولوی صاحب فرنگی محلی فرمائیں

آپ فرنگی محلی صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں صرف شرط قرشیت ہی کا انکار نہ کیا بلکہ ذکورت وعقل وبلوغ کا بھی تو آپ کے نزدیک ترک تو ترک بچہ بلکہ عورت بلکہ پاگل بھی خلیفہ ہوسکتا ہے۔ اسی بنا پر آپ نے شریف مکہ کو باغی ٹھہرایا کہ فرمایا' یہاں خلیفہ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ آیا باغی بھی قبل عدم خلیفہ سابق امام مانا جاسکتا ہے۔ نیز آپ اجماع کے بھی منکر ہیں کہ فرماتے ہیں" ابتدا اس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے" اور آپ کے جد اعلیٰ حضرت ملک العلماء ابوالعیاش عبدالعلی بحرالعلوم قدس سرہ شرح فقہ اکبر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہم اہلسنت کے ساتھی ہیں وہ قرشیت کی شرط ایسی ہی قطعی اجماعی لازم غیر منفک بتاتے ہیں جیسے ہم منکرین کے شبہات واہیہ کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

باقی ماندہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند ما می گوئیم کہ سعد بن عبادہ امارت خود میخواست وایں مخالف نص است چہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ انما الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چہ مخالفت مراتہائے صحابہ نبود بلکہ مخالفت او مخالفت نص ست۔"

یوں ہی آپ کے جد جناب مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب انوار غلبیہ میں لکھتے ہیں:

"صحت امامت کے واسطے قریشی متقی ہونا شرط ہے۔"

اب فرمایئے آپ حق پر ہیں یا یہ آپ کے دادا اور وہ آپ کے جد اعلیٰ بحر العلوم، دیکھیں تو آپ کیسے بات کے دھنی ہیں۔ اپنے ان بزرگوں پر بھی کوئی فتویٰ لگاتے ہیں یا نہیں۔ یا یہ عنایت ہم غربا اور ائمہ و علما ہی پر ہے۔

مسٹر ابوالکلام بھی فرمائیں

آپ مسٹر نے اپنی کتاب خلافت و جزیرۃ العرب میں لکھا ہے کہ پس تیرہ سو برس کی متفقہ عقیدہ و عمل کے مطابق وہی (ترک) آج تمام مسلمانان عالم کے خلیفہ و امام اور اولوالامر ہیں۔ ان کی اطاعت و حمایت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و حمایت ہے۔ ان سے پھرنا اور ان کو اپنے جان و مال سے مدد نہ دینا اللہ اور اس کے رسول سے پھرنا اور اللہ اور اس کے رسول کو اپنے جان و مال کی طرف سے صاف جواب دیدینا ہے۔ جو ان کی اطاعت سے باہر ہو اگرچہ صرف بالشت بھر باہر ہو اور اسی حالت میں مرگیا تو اس کی موت اسلامی زندگی کی موت نہ ہوگی بلکہ جاہلیت کی، اگرچہ نماز پڑھتا ہو اگرچہ روزہ رکھتا ہو، اگرچہ اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو جس نے ان کے مقابلے میں تلوار اٹھائی وہ مسلمانوں میں سے نہیں اگرچہ دنیا اسے مسلمانوں سے سمجھتی ہو۔" نیز آپ نے اپنی تقریر میں کہا" اگرچہ وہ نماز کا پابند ہو اور روزے رکھتا ہو لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ (اخبار مدینہ بجنور نمبر ۷، جلد ۹ ص ۱/۲ کالم ۳ سطر ۱۱ مورخہ ۲۵ر جنوری ۱۹۲۰ء)

اور آپ مسٹریٹ مآب جی ۲۵ر جون ۲۱ء کے مشیر دکن میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر خلیفہ کی فوج ہندستان پر حملہ آور ہوگی تو مسلمان اس سے بھی لڑنے کو تیار ہو جائیں گے ہرگز خلیفہ کا ساتھ نہ دیں گے۔" پھر کہا:

"اگر کوئی طاقت ہندستان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ حملہ آور سے مقابلہ کریں بلکہ اگر ایک ہندو قتل ہو جائے تو دس مسلمان اس کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

اب آپ ہی اپنا حکم فرمایئے کہ آپ اپنے ہی قول سے کیا ہوئے اور اگر بے توبہ مریں تو کون سی موت مریں گے۔

میاں عبدالماجد بدایونی بھی بولیں

آپ لیڈریت مآب کے نزدیک بھی ترک خلیفہ ہیں اور آپ کو اس میں اتنا غلو ہے کہ اپنے خطبۂ صدارت منعقدہ ستمبر ۲۰ء میں تحریر فرماتے ہیں: اگر کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد و اعانت سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اسے کافر کہنے میں کسی قسم کا کوئی پس و پیش نہ ہوگا۔ اور آپ کے دادا کے دادا جناب مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب معتقد میں لکھتے ہیں۔ "یشترط النسب قریش خلافاً لکثیر من المعتزلۃ۔" خلافت کے لئے قریشی النسب ہونا شرط ہے۔ برخلاف بہت معتزلیوں کے اور آپ کے پردادا مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اپنے رسالہ **احسن الکلام** میں فرماتے ہیں:

"نعتقد انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش" ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔ اب آپ بولیں کہئے آپ سچے ہیں یا یہ آپ کے پردادا اور ان کے والد ماجد جناب مولانا فضل رسول صاحب مرحوم یا آپ کے نزدیک ترک قریش سے ہیں۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا النبی الامی محمد المصطفیٰ المجتبی الشفیع الکریم الملتجیٰ المرتضیٰ وعلیٰ الہ الاتقیا وصحبہ الاصفیا

حامیانِ تحریک خلافت اور نقائص

ذیل کی تحریر مفتئ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۶ھ) پر تمہید کے طور پر لکھی تھی۔ مفتئ اعظم نے مسٹر گاندھی، مولوی ابوالکلام آزادؔ اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ کی چلائی جانیوالی خلافت تحریک کے پس پشت چھپے مذموم نقائص کو بھانپ لیا تھا۔ انھوں نے جن اندیشوں کا اظہار کیا وہی بات صادق آئی۔ مندرجہ ذیل تحریر پڑھکر اس سے ان کی سیاسی بصیرت کا تو اندازہ ہوگا ہی مگر ان کو اردو ادب پر کامل دسترس حاصل تھی۔ نگارشات پڑھتے جائیے اور اردوئے معلّٰی کے لطف سے محظوظ ہوتے جائیے۔

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی حبیبہ ونبیہ محمد ن المصطفٰی وآلہ الاصفیاو صحبہ البررۃ الاتقیا وسائر الخلفا۔ حمد کی جان اس مالک عرش وفرش پر قربان جس نے صدق وحق پسند کیا اور اسے عزت دی اور اس سے اپنی حمد فرمائی کہ فرمایا من اصدق من اللہ قیلا اور فرمایا ومن اصدق من اللہ حدیثا اور ارشاد ہوا واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل اور کذب باطل کو سخت مبغوض رکھا اور کذابوں پر لعنت بھیجی اور اُن پر اپنا غضب اتارا کہ فرمایا لعنۃ اللہ علی الکذبین حق کو باطل پر ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا حق گو راست بازوں کا منھ اجالا اور جھوٹے کذّابوں، دروغ بافوں ناپاکوں کا منھ کالا کیا جس نے ہمیں یہ پیارا پیارا روح افزا جانفزا مژدہ سنایا قل جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا تم فرمادو حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل تو بھاگنے والا تھا اور ہزاروں صلوٰۃ لاکھوں تسلیمات کروروں تحیات زاکیات کی نچھاور اس کے

مقدس رسول حبیب ومحبوب طالب ومطلوب دانائے کل غیوب صادق ومصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جنھوں نے فرمایا الصدق ینجی والکذب یھلک سچ نجات دیتا ہے اور کذب ہلاک کرتا ہے۔ پھر ان کی آل واصحاب پر جنھوں نے امتیاز حق وباطل کے لئے جان توڑ کوشش فرمائیں اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کردیا۔

بعد حمد وصلوٰۃ حضرات گرام اخوان اہلسنت وجماعت سے گزارش۔ اگرچہ چہرۂ پرنور ماہتاب صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک تیرگیاں چھائیں اور روئے آفتاب حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیاں آئیں مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالٰی مطمئن تھے ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم میں ہوا ہے۔ آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ دن آہی گیا کہ وہ تیرگی دور اور تاریکی کافور ہوئی اور حق کا جگمگاتا چمکتا دمکتا پر نور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا جو اس کے حضور جم نہ سکا۔ پتّا توڑ بھاگا کب تک باطل حجاب حق کو چھپاتے۔ تابکے جھوٹ نقاب صدق کی آڑ کرسکتے۔ آخر حق کی شعاعوں نے ان باطل پردوں کو خاکستر کرہی دیا۔ جھوٹے نقابوں کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا جلوہ جہاں تاب دکھاہی دیا وللہ الحمد فی الاولٰی والاخرہ۔ آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفٰے کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصرہم اللہ نصراً عزیزا۔ سلطان معظم خلد اللہ تعالٰی ملکہ وسلطنتہ کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے اور اخبار تو اخبار تعجب یہ ہے کہ خلافت کے بڑے نامی گرامی حامی کامی ہمدرد وہمراز ہمدم ودمساز اخبار بھی آج کل وہ خبریں شائع کررہے ہیں جن سے ان کی خودساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر بن گئی۔ نیم جاں کے گلے پر چھری پھر گئی۔ ہمدم کہتا ہے۔

انگورہ کی روش قطعی غیر مصالحانہ ہے اور اُس نے عزم بالجزم کیا ہے کہ حکومت آستانہ کا عدم وجود برابر سمجھے۔ لہٰذا جمعیت عالیہ ملیہ نے قصد کرلیا کہ وزیراعظم کے تار کا کوئی جواب بھی نہ دیا جائے۔ اور خیال کیا جائے کہ

حکومت آستانہ صرف ولایت قسطنطیہ کی انتظامی کونسل تک محدود ہے۔

مسلمانو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا فقرہ فقرہ خلافت کے دل میں تیر و نشتر اور لفظ لفظ گلوئے خلافت پر خنجر کا کام کر رہا ہے۔ کیا خلافت شرعیہ ایسی ہی چیز ہے جس سے یوں سرتابی کی جائے، لڑائی ٹھانی جائے وہ بھی ایسی کہ وہ جھک کر دب کر پیام مصالحت بھیجے جب بھی اس سے صلح نہ کی جائے بلکہ اس کے پیغام کا جواب تک نہ دیا جائے وہ اگر خلیفہ شرعی ہوتے اور مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی یہ حضرات انھیں خلیفہ جانتے تو کیا یہی برتاؤ برتتے۔ ایسی ہی سختی سے پیش آتے اور ان کی حکومت صرف ولایت قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل ہی تک مانتے ——— پھر ہمدم نے کہا اور الٹی چھری سے خلافت کا گلا کاٹا

"جمعیۃ عالیہ ملیہ انگورہ نے ایک قانون پاس کیا ہے جس میں یہ ہے کہ ۶ مارچ ۹۲۰اء سے ہمیشہ کے لئے حکومت ملیہ ترکیہ جمعیت عالیہ کے ہاتھ میں رہے گی اس کے علاوہ کوئی اور قسم کی حکومت نہیں کی جائے گی۔ قوم کسی ایسی ذاتی حکومت کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گی جیسی کہ حکومت آستانہ ہے۔"

مسلمانو للہ انصاف کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ کسی ادنیٰ عقل والے کو ہو سکتا ہے کہ حکومت ملیہ سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں مانتی۔ اگر وہ ان کی خلافت مانتی تو کیا یوں ہی کہتی کیا ان میں معاذ اللہ سب جاہل ہیں۔ اور اتنے جاہل ہیں کہ انھیں اتنا معلوم نہیں کہ خلافت شخصی حکومت ہوتی ہے۔ کیا اگر وہ انھیں خلیفہ شرعی جانتے تو یہ کہہ کر انکے ساتھ یوں پیش آکر شنیع الزام بغاوت نہ اٹھاتے، خود اپنے آپ کو باغی مفسد نہ جانتے۔ معلوم ہوا ان کی خلافت نہیں مانتے بلکہ انھیں سلطان جانتے ہیں جب تو انھیں سلطنت کے لائق نہ جان کر معزول کرتے ہیں۔ شاہی خاندان کے اعزاز کے لئے تھوڑی محدود حکومت انکے لئے بھی رکھتے ہیں۔ باقی تمام ملک پر اپنا قبضہ اور ہر قسم کے اختیارات اپنے آپ لیتے ہیں ورنہ خلیفہ کی بلاوجہ شرعی معزولی کیا معنیٰ! اسکے ملک پر تصرف کس نے مانا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی سلطنت کا نام تک بدل دیا جائے۔

ہمدم ۷، نومبر ۹۲۲اء میں "سلطانِ معظم کی معزولی" جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے

ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطانِ معظم کو معزول کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اب ترکی میں حکومت کی صورت جمہوریت کے ہم معنی ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کے بجائے دولت ترکیہ جمہوریہ کا اعلان جمعیت عالیہ نے سلطان کی معزولی کے فیصلے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کا نام آئندہ بجائے سلطنت عثمانیہ دولت ترکیہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ "ہمدم" کی اسی اشاعت میں ہی انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائے گی۔

ملاحظہ ہو اگر سلطان معظم خلیفہ شرعی ہوتے تو کوئی انھیں معزول کر سکتا تھا۔ شرعاً بلاوجہ شرعی اس کا کسے اختیار تھا۔ جو ان کے ملک پر یوں قبضہ کرنا چاہتا، ان کے ساتھ ایسے معاملات برتتا، خود باغی اور واجب القتل ٹھہرتا۔

پھر ہمدم نے وہ کہا جس سے خلافت کا تسمہ نہ لگا رہا "جمعیت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا ہے اور بلا لحاظ ورعایات خاندانِ عثمان فرماں روائے قوم منتخب کرنے کا حق جمعیت ملیہ نے اپنے لئے محفوظ رکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہمارے اس دعوے کی کہ ہمارے ترک بھائی ایدہم اللہ تعالیٰ ونصرہم بنصرہ العزیز سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے۔ ان کی حکومت و سلطنت کو خلافت نہیں مانتے، کیسی واضح اور روشن دلیل اور بیّن برہان ہے خلیفہ شرعی کی جانشینی بھی ایسی چیز ہے کہ یوں معرض التوا میں رکھی جائے۔ اُس میں ایسی تعویق اتنی تاخیر کی جائے وہ تو اُن مہمات اور اہم واجبات سے ہے کہ دفن خلیفہ سابق پر بھی مقدم کی جاتی ہے اور یہی سنت جب تک خلافت باقی رہی۔ شرح عقائد میں فرمایا: قد جعلوا اہم المہمات وفات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن وکذا بعد موت کل امام۔ درمختار میں ہے: ونصبہ اہم الواجبات فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات (علیہ التسلیمات والتحیات الزاکیات) علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں: فانہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلثاء او لیلۃ الاربعاء او یوم الاربعاء عن المواہب۔ اسی میں

پھر ہمدم نے بعض انگریزی اخباروں سے دو اعتراض بھی نقل کیے ہیں اور چونکہ خلافت کے لوگوں
سے اس کا جواب نہ ہو سکتا تھا ویسے ہی برقرار رکھا انھیں ہاتھ نہ لگایا۔ اُن پر کوئی نوٹ نہ لکھا۔
ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس سے قبل ترکان احرار بڑھ بڑھ کر سلطان کی حمایت
کرتے تھے اور ان کو اسلام کا سردار اعلیٰ یعنی خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہتے
تھے۔ اور اب انھوں نے اُسی سلطان کو تخت سے اُتار دیا۔" دوسرا اعتراض یہ ہے
"فرماں روائے سلطنت کے منتخب کرنے کے حق پر ترکوں سے کوئی شخص سوال
نہ کرے گا خواہ وہ اپنے بادشاہ کو اگر اُن کے اختیار میں ہو کتنے ہی اختیارات دیں
یا نہ دیں مگر مشکل یہ ہے کہ اب وہ رنگ تقدس وجلال کہاں گیا جو معزولی سے
قبل سلطان المعظم کی ذات مقدس کے متعلق ظاہر کیا جاتا تھا اور ابھی تک ترکوں
نے ان کا جانشین مقرر کرنے کی بھی کوئی فکر نہ کی۔ دول مغربیہ کی جس مسلم آزار
پالیسی کی شکایت کی جاتی تھی وہ محض ڈھکوسلہ تھی اور قیاس میں نہیں آتا کہ
اب اس میں کمی نہ ہو جائے گی۔ کیونکہ سلطان معظم معزول ہو چکے ہیں برطانیہ کے
ہاتھوں نہیں بلکہ مظفر و منصور انگورہ کے ہاتھوں۔"

خلافت و خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین پر جو اعتراض ہے اس کا جواب صاف ہماری اس
تحریر سے ہر ادنیٰ عقل والے پر لائح اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ اعتراض معترض کی بدعقلی پر
دلیل واضح اور اس کی نافہمی پر برہان ساطع، ہم روشن بیان کر چکے کہ ہمارے ترک بھائی
ایدہم اللہ تعالیٰ سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے اور نہ وہ خلیفہ شرعی ہو سکتے ہیں تو جو تقدس
وجلال خلیفہ شرعی کے لئے ہو سکتا ہے وہ نہ ان کے لئے کبھی تھا نہ اب ہے نہ آگے ہو نہ
رکی ویسا تقدس وجلال تسلیم کرتے تھے نہ اب کرتے ہیں نہ آگے تسلیم کریں اور خلیفہ یا
امیر المومنین کہنے سے خلیفہ شرعی ہونا ضرور نہیں، عرف میں ہر بادشاہ اسلام کو کہہ سکتے
ہیں۔ باقی رہی عظمت سلطانی تو جب تک سلطان سلطان ہے وہ عظمت ہے اور جب وہ
معزول کر دیا جائے تو وہ عظمت اس کے جانشین کو پہنچے گی۔ رہا حمایت پر اعتراض یہ بہت
زیادہ عجیب ہے۔ اول تو اس کے لئے سلطان ہونا کیا ضرور ہے۔ ہر مسلمان مظلوم کی حمایت

کی جائے گی، بلکہ ہر مظلوم انسان کی حالت دل دکھاتی اور خواہ نخواہ حمایت پر لاتی ہے پھر یہ کہ
حمایت ہمدردی سے ہی ہوتی ہے۔ سلطان کی حمایت کی تو ان کی ہمدردی ہے انھیں معزول
کیا یہ بھی ان کی ہمدردی ہے کہ وہ اپنے ملک کو سنبھال نہ سکے۔ لہٰذا انھیں گوشۂ عافیت میں
بٹھایا اپنے آپ ملک کا انتظام کیا اگر ہمدردی نہ ہوتی یہ ترک اللہ تعالیٰ انھیں اپنی ہزاروں
نعمتوں سے نوازے اور اُن کی تمام جائز مرادیں پوری فرمائے، اپنے آپ کیوں زحمتیں گوارا کرتے
کیوں مشقتیں اٹھاتے، کس لئے مصیبتیں جھیلتے، کاہے کو تکلیفیں برداشت کرتے، سلطان
کے ہمدرد نہ ہوتے تو ان کا معاذ اللہ سارا ملک غیروں کے قبضے میں چلا جاتا، ان کے کان پر
جوں نہ رینگتی۔ وہ خود اوروں کے ہاتھوں میں پڑ جاتے، انھیں خیال بھی نہ ہوتا کہ کیا ہوا
کیوں ہوا، وہ ہمدرد تھے جب ہی تو انھیں درد ہوا، ان کے ملک کی حمایت و حفاظت ان
کی حمایت و حفاظت ہے، احمق ہے وہ جو ترکوں پر اعتراض کرے، اور ترکوں کی مصلحانہ
اور حکیمانہ کارروائیوں سے دول مغربیہ کی دشمنانہ کارروائیوں کا مقابلہ کر کے، یہ کہنا کہ
ان کی مسلم آزار پالیسی کی شکایت محض ڈھکوسلہ تھی، اور یہ امید رکھنا کہ اب اس میں کمی
ہو جائے گی محض حماقت اور سخت جہالت ہے، ہمارے لفظ ہی خود ہمارے دعوے کی دلیل
ہیں۔ مگر ان معترضین کو اس عذر کا موقع ضرور ہے کہ وہ یہاں کے خلافتیوں کے ادعاؤں سے
یہ سمجھے کہ ترک بھی سلطان کو خلیفہ ہی سمجھتے ہیں، لہٰذا ان پر اعتراض کر دئے تو یہ لوگ ان پر
اعتراضات کا باعث ہوئے، ان پر بے شبہہ وہ اعتراض ضرور ہیں اور ایسے ہیں کہ ہل نہیں
سکتے، اب جہال عوام میں اپنا جھوٹا کھوٹا بھرم قائم رکھنے کو یہ سوجھی ہے کہ سلطان کی معزولی اور
اختیارات کی مسلوبی وغیرہ کے متعلق جو خبریں آئیں ہیں، وہ جھوٹی ہیں، انگریزوں نے مسلمانوں پر
لعن طعن، اور انھیں مضطرب و پریشان، اور کمالی ترکوں کی جانب سے بدعقیدہ و گمان کرنے
کو گڑھی ہیں، قطع نظر اس سے کہ یہ خبریں تو بہت کثرت سے مسلسل متعدد ذرائع سے آ رہی ہیں
خود ان لیڈروں کا یہ حال ہے کہ جب اپنا مطلب بنتے دیکھتے ہیں تو ان اخبار سے صحت و اعتبار
میں بہت کمتر درجہ، بلکہ محض بے ثبوت و بے اصل بازاری افواہوں اور زبانی ادعاؤں
کو آیت و حدیث سے بڑھ کر معتبر مان کر تحصیل زر کے لئے ان پر کیا کچھ ہوائی قلعے نہ

لگتے ہیں، توان اخبار کی تغلیط و تکذیب میں ان کا بیان جس کا ثبوت ان کے پاس سوا اپنے قیاسات اور زور زبان کے کچھ نہیں مان لینے کی مجبورکن وجہ ہے۔ اور انگریزوں کو اسم قسم کے اخبار بقول ان کے) گڑھ کر مسلمانوں پر لعن طعن کرنے اور خود ہمارے ترک بھائیوں پر دین اسلام کے اصولی مسلمات میں مداخلت بیجا کا الزام دینے کا موقع کس نے دیا، خود خلافتیوں کی عنایتوں نے سلطان ترکی کے لئے خلیفۂ شرعی کی طرح اقتدار عام اور اختیار تام کی نمائشی بلند بانگیوں، اور اپنے خور و نوش کی خاطر سلطان کے لئے خلافت شرعی کے تقدس و جلال کی بالا خوانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج نصاریٰ اس اقتدارِ تام و اختیار عام کی مسلوبی و تحدید سے مسلمانوں اور ترک بھائیوں پر لعن طعن کرتے اور مجاہدین اسلام ترکان احرار کی جانب سے عوام میں اس طرح بدعقیدگی پھیلانا چاہتے ہیں کہ دیکھو وہی سلطان جن کو تمہارے لیڈر مختار مطلق و خلیفۂ برحق مانتے اور اسے نہایت زور و شور سے ضروریات دین سے بڑھ بتاتے تھے۔ آج انھیں کے ہم قوم اور تمہارے ہی مسلمان بھائی کمالی ان کے اس اختیار کو ان سے چھین لیتے ہیں۔ اور (بزعم لیڈران) اس برحق خلافت اور ضروریات دین سے بڑھ کر خلافت سے منکر ہو کر انھیں معزول کئے دیتے ہیں۔ دیکھو تم مسلمان تو ہم انگریزوں پر خلافت اور دینِ اسلام کے مسلمات میں بیجا مداخلت کا الزام لگاتے تھے مگر یہ مداخلت ہم نے نہ کی بلکہ خود تمہارے ہی ہم مذہبوں اور تمہارے ترک بھائیوں نے جنھیں تم خلافت اور اسلام کا محافظ جانتے تھے اگر ان خلافتیوں نے اجماعیات دینیہ اور مسلمات اسلامیہ کی مخالفت صریح کر کے سلطانِ ترکی کو خلیفۂ شرعی بنانے میں وہ کچھ اودھم نہ مچائی ہوتی منکرین پر کفر و ارتداد کے فتوے نہ دئے ہوتے۔ سلطان کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کو خلیفۂ شرعی کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کا رنگ نہ دیا ہوتا تو کیا آج نصاریٰ مسلمانوں پر لعن طعن کا موقع پاتے۔ جمعیت ملّیہ انگورہ نے کتنے ہی سلطان کے اختیارات مسلوب و محدود کر کے اپنی طرف منتقل کر لئے ہوتے انکی حیثیت خود مختار سلطان سے گرا کر محض ایک میعادِ معین کے لئے حال کی جمہوری مغربی سلطنتوں کے پریزیڈنٹ کی سی رہنے دی ہوتی، پھر بھی نصاریٰ کو اس پر کیا منھ کھولنے کا موقع تھا، خود نصاریٰ کی کون سی ایسی سلطنت ہے جس کے بادشاہ کے اختیارات اہلِ ملک

نے محدود کر کے عوام کی قائم مقام جماعتوں، پارلیمنٹ وغیرہ کو منتقل نہیں کئے اور بہت سی سلطنتوں نے تو بادشاہ کو سرے سے ندارد کر کے محض ایک میعاد معین کے لئے پریزیڈنٹ بنائے ہیں۔

آخر میں ان لیڈروں سے ہم دریافت کیا چاہتے ہیں کہ جب آپ حضرات خصوصاً مولوی عبدالباری فرنگی محلی جنھوں نے نہ صرف قید قرشیت کا انکار کیا بلکہ اتنا بڑھے کہ اس کے ساتھ ذکورت و بلوغ و عقل پر بھی ہاتھ صاف فرمایا۔ سلطان ترکی ایدہم اللہ تعالیٰ کو خلیفۂ شرعی مانتے ہیں اور اسی بناء پر منکر خلافت کی بارہا تکفیر فرما چکے ہیں، نیز شریف مکہ ملک الحجاز کی بابت اس لئے کہ انھوں نے سلطان کی اطاعت سے خروج کیا باغی، مفسد، واجب القتل اور کافر ہونے کا حکم لگا چکے ہیں۔ اس جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ و غازی مصطفٰے الکمال پاشا وغیرہ کی نسبت بھی یہی جزمی حکم بغاوت و کفر دیتے ہیں یا نہیں۔ نہیں تو کیوں؟ شریف اور اس جمعیت میں مابہ الفرق بتائیے اور ہاں تو جو شریف کے ساتھ برتاؤ کیا گیا وہ ان کے ساتھ کیوں نہ ہو؟ اب بھی وجہ فرق بتانا ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ ترقی کیجیے۔ سلطان عبدالحمید خاں صاحب مرحوم مغفور کو جس جمعیت نے معزول کیا جس میں غازی انورؔ پاشا بہت پیش پیش تھے، ان کی نسبت کیا حکم ہوگا اور ابھی بس نہیں اور اونچے اڑیے خود سلطان عبدالحمید خاں صاحب معزول سلطان مراد کے جانشین ہوئے وہ جمعیت جس نے انھیں معزول کیا اس کی نسبت بھی یہی حکم تکفیر و بغاوت ہے یا نہیں؟

اعلان عام اور اعلام تام ہے کہ تمام خلافت کمیٹیاں اور ساری جمعیتیں یکجا ہو کر بحث و مباحثہ کر کے متفق الرائے ہو کے جواب لائیں اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکینگی فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ و توبوا الی اللہ جمیعاً ان اللہ ھو التواب الرحیم۔ مسلمانو کمیٹیوں اور جمعیتوں کو چھوڑیئے کہ وہ اپنا جواب سوچتی رہیں آپ ادھر متوجہ ہوں۔ سنیئے انسان کو چاہئے بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے مآل و انجام پر نظر رکھے جس کا آخر حسن ہو اسے اختیار کرے ورنہ نہیں۔ تیرہ سو برس کے اجماعی مسئلے میں اختلاف کا حاصل سوائے تشتت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا۔ ترکوں کو تو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا ہاں اختلافات مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا

ایک زمانہ ممتد تک باوجود سخت اختلافات کے ہم ساکت رہے۔ دارالافتاء میں سوال آیا اور ہم معرض التوا میں رکھا کئے محض اس خیال سے کہ شاید اس جھوٹے نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں کو کچھ فائدہ ہوجائے۔ اس وقت ایسے استفتاء کا جواب نہ دینا بہتر ہے۔ مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دے دیا گیا کہ ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں۔ عقل ہوتی تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب وصول ہوتا اسے دبا رکھتے اس کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے۔ مگر نہیں انھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ نادانستہ دشمنی کی اور اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں تیشہ مارا اس کی اشاعت کرکے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کرکے کہ دارالافتائے بریلی اسمیں مخالف ہے انگریزوں کو جتا دیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں۔ وہ مسلمان جو آج ایک عالم کے معتمد علیہ اور عرب وعجم کے مرجع ہیں اس میں مخالف ہیں پھر بھی یہاں سے کچھ نہ کہا گیا باوجودیکہ مخالفت کا اظہار ہوچکا تھا، احتیاط برتی اور کوئی مخالف تحریر شائع نہ کی۔

شروع ۱۹۳۹ء میں فرنگی محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و باطل اوہام کے متعلق استفتاء کے جواب میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رسالہ **دوام العیش فی الائمۃ من قریش** تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کی مبحث سوم شروع فرمائی تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوئے اور اسے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں جب وقت آئیگا تکمیل کرکے طبع کرادیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وصال شریف ہوگیا۔ ایک سال سے زائد ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا اور اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہوگیا ہم نے اسے اور زیادہ واضح واشکار مثل جلوۂ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کے لئے اس روشن آفتاب کے چہرۂ پرنور سے نقاب اٹھا دیا۔ اس میں کتب حدیث وعقائد و فقہ کے ارشادات اور ائمۂ دین کی تصریحات عالیہ سے خلافت شرعیہ کی شرط قرشیت کی اعلیٰ تحقیقات اور اوہام مخالفین کا رد بالغ اور خود اس مسئلہ دائرہ یعنی فرق امتیاز اختیار و اقتدار خلیفہ شرعی وسلطان کی تحقیق بازغ ہے۔ **وللہ الحمد فی الاخرۃ والاولیٰ** ؛

وصلاتہ وسلامہ تعالیٰ ؛ ووما علی حبیبہ الاعظم الاعلیٰ ؛ ومحبوبہ المعظم المعلیٰ ؛ النبی الرسول المصطفیٰ ؛ والرؤف الرحیم المرتضیٰ ؛ والشفیع الکریم المجتبیٰ ؛ وعلیٰ الہ الاتقیا ؛ وصحبہ الاصفیاء ؛ سائر الخلفا ؛ وابنہ الامین المکین الغوث الاعظم المرتجی وجمیع الاولیاء والعلماء ؛ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عرض ضروری الملاحظہ۔ مسلمانو۔ لیڈران نے وہ بلند آہنگیاں اور بالاخوانیاں جو سلطنت وسلطان اسلام کو فائدہ پہنچانے کے ادعائے باطل کے کی تھیں آج ان کا بھرم کھل گیا۔ یہ مخالفت دین وشتم علمائے دین کا انھیں ثمرہ ملا خسر الدنیا والآخرۃ وذٰلک ھو الخسران المبین کچھ فائدہ تو نہ پہنچا سکے ہاں مسلمانوں اور خود ترک بھائیوں پر لعن و طعن کا ایک حربہ نصاریٰ کے ہاتھ میں دے دیا۔ لیڈر تو ہم غرباء اہلسنت کو نصاریٰ کا طرفدار و رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے تھے۔ اگر نگاہِ انصاف ہو (مگر کہاں) تو آنکھیں کھولیں اور ع چھایا جاتا ہے یہ دیکھیں تو سراپا کس پر ؛ غضب ستم ظریفی یہ کہ خود تو نصاریٰ کو مسلمانوں پر لعن طعن کا موقع دیا اور اب یہ دیکھ کر کہ سچے مسلمان جو سلطان کے اقتدار و اختیار کو خلیفہ شرعی کی طرح پہلے ہی نہ مانتے تھے۔ کچھ بھی مضطرب وبیقرار اور اپنے کمالی بھائیوں سے ذرا بھی بدعقیدہ وبیزار نہ ہوئے۔ ان اخبار سے اپنی سراسیمگی اور پریشانی کا اظہار کررہے ہیں اور پہلی خبر آتے دیر نہیں ہوتی کہ مرکزی کمیٹی اس کے لئے تار بازی شروع کردیتی ہے گویا ترکوں کے بڑے خالص مخلص خیر طلب یہی تو ہیں کیوں نہیں ؎ بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن ؛ ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں۔ جب آپ کے نزدیک یہ خبریں محض نصاریٰ کی افترائی ہیں تو تار بازی وغیرہ میں اس قدر عجلت اور اس میں کثیر تضیع مال کی کیا ضرورت، مگر مالِ مفت دلِ بے رحم۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ، یکے از خادمان جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی

۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۱ھ

تحریکات کا تعاقب اور حمایت

تحریک انسداد شدّھی

ہندستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کا وجود ہندوؤں کے لئے کبھی قابل برداشت نہیں رہا ——— اسلام ان کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ ان کی فکر و ان کی سوچ ہمیشہ یہ رہی کہ "اسلام عرب کی سرزمین سے آیا ہے، اور یہ غیر ملکی مذہب ہے ——— یہاں کے باشندوں کو ان مسلمانوں نے بزور شمشیر اسلام قبول کرایا۔ بچارے ہندوؤں کو طاقت کے بل بوتے پر مسلمان کیا گیا۔ لہٰذا ہندستانیوں کو دوبارہ اپنے آبائی مذہب کو اختیار کرلینا چاہیئے۔"

سلاطین مغلیہ میں سے اکبر کے دربار میں کٹر پنتھی ہندوؤں کا اثر حد سے زیادہ بڑھ گیا ——— یہاں تک کہ اکبر نے ایک نئے دین "دین الٰہی" کا اعلان کرکے نئی شریعت کی داغ بیل ڈال دی، جو ہندوؤں ہی کا چربہ تھی ——— اس پرفتن دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ پھر حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے عنانِ قیادت ہاتھوں میں لے لی۔ انھوں نے امت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی ——— ان کے بعد تحریک آزادی کے علمبردار علامہ فضل حق خیرآبادی، شاہ فضل رسول بدایونی، شاہ احمد سعید مجددی رامپوری، اور مفتی محمد ارشاد حسین مجددی رام پوری وغیرہم اسلامی عقائد اور روایات کی حفاظت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ——— انیسویں صدی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اسلامی اقدار کی حفاظت و صیانت اور احیاء سنت کا فریضہ انجام دیا۔

۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے "تحریک ترک موالات" شروع کی، جس کا مقصد انگریزوں کا بائیکاٹ کرکے ان پر دباؤ ڈالنا، اور آزادی ہند کے لئے راستہ ہموار کرنا بتایا گیا ——— اسی زمانے میں "تحریک ہجرت" اور "تحریک گاؤ کشی" چلی ان تحریکوں

کا مقصد مسلمانوں کو کمزور سے کمزور کرنا تھا ـــــــ "تحریک خلافت" میں ہندستان کے بے دست و پا مسلمانوں کو انگریزوں سے لڑا کر ختم کرنے کی کوشش کی گئی ـــــــ "تحریک ہجرت" میں مسلمانوں کو ہندستان سے جلا وطن کر کے دور رکھنے کی سعی پیہم کی گئی، اور "تحریک ترک موالات" میں مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا سب کچھ لٹا کر عاجز اور بے پر بنانے کی خطرناک مہم کا آغاز کیا گیا ـــــــ دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم ان تحریکوں سے جھلک رہے ہیں۔ اتنی تمہید کے بعد اب اصل مدعا کی طرف عود کرتا ہوں:

لفظی طور پر "شدھی" کے معنی پاک کرنا ہے۔ لیکن جب "آریہ سماج" یہ لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں ـــــــ ایک تو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو، یا ایسے افراد کو جو پہلے ہندو تھے۔ بعد میں کسی اور مذہب پر ایمان لے آئے تھے، پھر سے ہندو دھرم میں شامل کرنا ـــــــ اور دوسرا پس ماندہ طبقوں کے ہندؤں کا مرتبہ بلند کرنا ـــــــ ویدوں پر مبنی ہندو دھرم کی ایک تنظیم کی حیثیت سے آریہ سماج ہندو مذہب کے حلقۂ اثر سے منحرف لوگوں کو دوبارہ ہندو دھرم میں داخل کرنے کے لئے کوشاں رہی ـــــــ "شدھی سنگٹھن تحریک" اسی "آریہ سماج" کی ذیلی تنظیم ہے۔ موقع کی مناسبت سے پہلے "آریہ سماج" کی مختصر تاریخ پیش کی جاتی ہے۔

"آریہ سماج" کا بانی سوامی دیانند ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوا، اور اس کے خاندان کا تعلق گجرات کے علاقہ کاٹھیاواڑ سے تھا ـــــــ "آریہ سماج" کی ۱۰/ اپریل ۱۸۷۵ء کو بمبئی میں بنیاد پڑی، اور "دیانند" قیام آریہ سماج کے سات سال بعد مر گیا ـــــــ ۱۹۱۱ء میں "شدھی سنگٹھن" ذیلی تنظیم قائم ہوئی۔ یہ اس لئے قائم کی گئی تھی کہ آریہ سماج کی سرپرستی میں تبلیغی کام کرے گی۔

"شدھی تحریک" خاموشی سے اپنے پروگرام بناتی رہی، اور اس نے اپنے طریقۂ کار کے لئے کچھ خطوط متعین کئے ـــــــ ۱۹۲۲ء کے اواخر میں تبلیغی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک نے زور پکڑ لیا، جو کچھ مسلمانوں کے پاس تھا وہ اس تحریک کی نذر

اسلام دشمن پنڈت شردھانند نے مسلم اتحاد کو پاش پاش کرنے اور اسلام کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے شدھی تحریک کی باگ ڈور سنبھالی ـــــــ اور منظم طریقے سے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے رہا، وہ مسلمانوں کے دلوں سے وحدہٗ لاشریک کی پاک صداؤں کو نکال کر ناپاک صداؤں کو بھر دینا چاہتے تھے ـــــــ اور عظمت ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نکال کر گستاخی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے تھے۔ اس تحریک نے ایسی آگ اگلی کہ ضعیف الایمان قسم کے لوگوں نے اپنا ایمان کھو دینے کا ارادہ کیا۔ جن کا ایمان مضبوط تھا ان کو روپئے کی لالچ دی گئی ـــــــ اور جو لوگ کمزور تھے مگر ان کے ایمان مضبوط تھے، تو ان کے اوپر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ خاص کر مسلم راجپوتانہ قوم کو بربادی اور بے ایمانی کے دہانے پر لگا دیا ـــــــ فرزندان توحید و رسالت کے پاک دلوں کو نور ایمان، اور امانت توحید کے بجائے ظلمت و کفر اور شرک کی گندگی و غلاظتوں سے ملوث کیا جانے کا عزم کیا گیا ـــــــ ایک غیر فانی معبود و مسجود سے رشتۂ عبودیت کو توڑ کر ان کی گردنیں مصنوعی و خود ساختہ معبودانِ باطل اور تیس کروڑ دیوتاؤں، گھانس کھانے والے حیوانوں کے آگے خم کرائی جانے لگی تھی ـــــــ اس گندے اور نکمے انقلاب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جبر و تشدد، مکر و فریب اور خوف و طمع کے بے شمار ہتھیار استعمال کئے گئے۔

"شدھی تحریک" نے مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کیا کیا جتن نہ کئے۔ ـــــــ انھوں نے ہندوستان سے مسلمانوں کے صفایہ کا عہد کر لیا تھا ـــــــ گاؤں گاؤں جا کر مسلمانوں میں اپنے دھرم کا پرچار کرتے، لالچ دیتے اور جو مسلمان یہ کہتا کہ "ہم مذہب اسلام کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتے"۔ تو اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ـــــــ "شدھی" کی داستان پڑھ کر خون کے آنسو نکل آتے ہیں۔ اس نے وہ مظالم ڈھائے جو نوک قلم لکھنے سے قاصر ہے ـــــــ اب ایسے وحشت ناک ماحول اور پُرفتن دور میں صرف تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات تھی، جو اسلام کی آن کے لئے ہر چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئی ـــــــ اور میدانِ عمل

میں کود پڑی۔

ساڑھے چار لاکھ مسلم راجپوتوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے ۸ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ/۱۴ فروری ۱۹۲۳ء جمعہ بعد نماز مغرب مسجد بی جی صاحبہ مرحومہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی صدارت میں عظیم الشان پہلا اجلاس ہوا ـــ ہنود بے بہبود کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے اور اپنا تبلیغی پروگرام مرتب کرنے کے لئے یہ پہلا اجلاس تھا ـــ اس اجلاس کا مقصد ان ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا تحفظ تھا جن کو ہندو بنانے کے لئے ہندوؤں نے بڑے پیمانے پر تیاریاں شروع کیں تھیں، اور گاؤں گاؤں جاکر "شدھی سبھائیں" قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا ـــ اس اجلاس کے مقررین میں خاص طور سے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا حکیم غلام احمد سنبھلی قابل ذکر ہیں ـــ جلسے کے اختتام پر نواب وحید احمد خاں رضوی نے حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کا پیغام سنایا، جو اسلامیان ہند کے نام تھا ـــ وہ رقت انگیز پیغام جس نے ۱۹۲۳ء میں اسلام کا درد رکھنے والوں کے دل کو ہلا دیا، اجلاس کے دوسرے دن بعد علی الصبح بروز شنبہ ۹ جمادی الآخر، ۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء بریلی جنکشن سے ایک وفد جس میں علماء کرام اور "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے کارکنان شامل تھے ـــ یہ مختصر سا قافلہ بے سروسامانی کے عالم میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی سرکردگی میں روانہ ہو گیا۔ "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے ترجمان نے ان درد بھرے جملوں کو وفد کے رخصت ہوتے وقت کہا تھا، دل پر ہاتھ رکھئے اور پڑھئے ـــ "ہمیں رنج ہے کہ ہم اپنی نادانی کی وجہ سے اپنے علماء اور پیشوایان مذہب کو اس اسلامی خدمت کے لئے نہایت عسرت و تکلیف کے ساتھ روانہ کر رہے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ حضرات ان تکالیف کو جو اس راہ میں برداشت کرنا پڑیں۔ یہ عمر بھر کے آرام و آسائش اور عیش و راحت سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں، مگر بہت زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بے سروسامانی کی وجہ سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکے، اور وفد کو اپنی خدمات انجام دیں

میں دقتیں پیش آئیں" ـــ

"اسلامی وفد کو رخصت کرتے ہوئے حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اسکی کامیابی اور اسلام کی ترقی کے لئے دعا فرمائی ـــ حضرت حجۃ الاسلام اور تمام مجمع برہنہ سر ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو کر درد دل کے ساتھ دعائیں کر رہا تھا۔ اس وقت مجمع کثیر میں کوئی آنکھ نہ تھی جس میں آنسوؤں کا تار نہ باندھ لیا ہو۔ لوگ ایسے بے اختیار روئے کہ مسجد دردناک آہوں سے گونج اٹھی ـــ یہ "اسلامی وفد" سب سے پہلے میرٹھ کے علاقے میں پہنچا جہاں مسلم راجپوت آباد تھے۔ وہاں پر معاذ اللہ اسلام سے منحرف کر کے مرتد بنانے کے لئے "شدھی سبھائیں" قائم کی جاتی تھیں۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے پہنچتے ہی شدھی تحریک میں کھلبلی مچ گئی ـــ مبلغین اسلامی وفد کے بیانات ہونا شروع ہو گئے۔ اسلامی وفد نے میرٹھ کے ہزاروں مسلمانوں کو ظلمت کدے میں گرنے سے پہلے سنبھال لیا۔ اس وفد نے میرٹھ کے علاقے میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا اور پھر اوائل فروری ۱۹۲۳ء کو آگرہ پہنچا ـــ شہر آگرہ میں ایک مرکزی دفتر قائم کر کے ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء کو اسلامی وفد بصد شان و شوکت آگرہ سے موضع کھڑوائی کے لئے روانہ ہوا ـــ تبلیغی پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے مسلم راجپوتوں کو اسلامی وفد میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی، اور وہ اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر "جماعت رضائے مصطفیٰ کے اس وفد میں شریک ہو گئے ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

وہ حامیانہ جذبات کے ساتھ بے دریغ وفد جماعت رضائے مصطفیٰ میں شریک ہو گئے ـــ مگر ان مسلمانوں کے نام "چرن سنگھ" "پیارے لال" اور "دیپ چند" وغیرہ تھے۔ اسلام کی جگہ رام رام کہتے تھے۔ ان کے دروازوں پر "رام رام" لکھا ہوا تھا۔ سر پر چوٹیاں بھی تھیں، داڑھی بالکل منڈھی ہوئی، مونچھیں بڑی بڑی ـــ اسلامی وفد کی جادو بھری تقریر نے ان لوگوں کے باطل اعتقادات جو ان کے دِلوں

میں رسوخ و استحکام سے جمے ہوئے تھے متزلزل کرڈالے ـــــ ان تمام تمام شبہات دور کیئے، ان کے تمام تر اعتراضات کے تسلّی بخش جوابات دئے۔ غرضیکہ مبلغینِ اسلام نے خدا اور رسول کے فضل و کرم سے ان گمراہ لوگوں کو پھر سے دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ فللّٰہ الحمد۔

دوسرے دن صبح کو اسلامی وفد چوپال میں گیا ـــــ راجپوتوں کو بلاکر سمجھایا تو انھوں نے نماز پڑھنے کا اقرار کیا۔ ان سب راجپوتوں نے توبہ کی حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے راجپوتوں کے سروں کی چوٹیاں کاٹیں، ـــــ پھر ان کے اسلام کی تجدید فرمائی۔ اصحاب وفد نے ایک مدت کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے لگایا، انھیں مبارکباد دیں۔ کلمۂ شہادت کے غلغلے بلند ہوئے ـــــ اور حضور مفتی اعظم قدس سرّہ کے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھ گئے، اور دعا فرمائی ـــــ

"اے اللہ! اس طرح ہمارے ان ساڑھے چار لاکھ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جلد تر ہم سے ملادے' (آمین) ہمیں یقین ہے کہ اسلامی کشش ان کو اپنی طرف کھینچے بغیر ہرگز نہ رہے گی، اور ہزارہا بندگان خدا کی دعائیں ان کے حق میں بیکار نہ جائینگی انشاءاللہ۔"

۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۴۱ھ/ اپریل ۱۹۲۳ء بروز چہارشنبہ "مبلغ جماعت رضائے مصطفےٰ" مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی نے "شدھی تحریک" کے بانی پنڈت شردھانند کو مناظرے کی دعوت دی، مگر وہ مناظرے کے لئے تیار نہ ہوا ـــــ حضرت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی کے اسلامی جذبہ و جوش کی یہ کیفیت ہوئی، کہ انھوں نے ایک شخص کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ ـــــ "ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی جائے۔ اور ہم اور آپ ہاتھ میں ہاتھ لے کر اس آگ میں کود پڑیں تو دنیا حق و باطل، صادق و کاذب کا فرق دیکھ لے گی۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ حق ظاہر ہوجائیگا" ـــــ پنڈت شردھانند نے اس سے بھی انکار کیا ـــــ لیکن موضع کے راجپوتوں نے اس سے بہت بڑا اثر لیا۔ حتیٰ کہ بفضلہٖ تعالیٰ بہت سے لوگ آریہ شدھی کے اثر سے بالکل محفوظ رہ گئے ـــــ اسلامی وفد کی جدوجہد مسلسل جاری رہی، اللہ تعالیٰ

نے یہاں تک کامیابی نصیب فرمائی کہ خود "شدھی تحریک" میں شامل ارکان شدھرم سے دست بردار ہوئے، اور توبہ کی۔

۱۱ر جون ۱۹۲۳ء کو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری نے حضور مفتی اعظم کو ان کی مساعی حمیدہ پر شکریہ ادا کرتے ہوئے مسرت کا اظہار فرمایا ـــــ ۱۴ر جون ۱۹۲۳ء شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی بہ نفس نفیس اسلامی وفد میں شریک ہوئے ـــــ اور اپنے مریدین کے لئے اعلان کرایا کہ "وہ جلد تر اس علاقہ' ارتداد میں پہنچ کر انسدادِ فتنہ ارتداد میں کام کریں" ـــــ اگست ۱۹۲۳ء کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے دست مبارک پر چھ افراد نے اسلام قبول کر کے اپنے تاریک دلوں کو منور کیا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے فتنہ' ارتداد کا سدباب کرنے کے لئے ان عوامل و اسباب کا جائزہ لیا جس سے ہمت و عزم پاکر آریہ سماج نے فتنہ' ارتداد کی مہم کا آغاز کیا تھا ـــــ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کر کے یہ معلوم کیا کہ مسلم راجپوت سیکڑوں برس قبل داخل اسلام ہوئے تھے ـــــ دینِ اسلام کا کامل شعور اس دور کے مسلم راجپوتوں میں مفقود تھا ـــــ ان کے نام، ان کا تمدن بھی ہندوانہ تھا۔ نسلی تعصب نے ان کو بری طرح سے متاثر کر رکھا تھا، وہ عام مسلمانوں نے مقابلے میں اپنے ہم قوم ہندؤں کو ترجیح دیتے تھے وغیرہ وغیرہ

"آریہ سماج" نے مسلم راجپوتوں کی مذکورہ بالا کمزوریوں کے باعث فتنہ' ارتداد کی مہم کا آغاز کیا تھا، اور ان کی مفلسی کے تحت انہوں نے ان غریب راجپوتوں کو مالی امداد پہنچانے کا انتظام بھی کیا تھا ـــــ اس سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے محسوس کیا کہ مسلم راجپوتوں کے ذہن سے نسل پرستی کے جراثیم کا خاتمہ جذبۂ اخوتِ اسلامی پیدا کر کے ہی کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضور مفتی اعظم نے گاؤں گاؤں میں مدارس قائم کئے ـــــ اور ان مدارس میں مستقل اساتذہ رکھے گئے جو ان راجپوتوں کو اسلامی تعلیم دیتے تھے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ اپنے بجٹ سے یہ سارا خرچ پورا کرتی تھی۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے نوازا ـــــ ایسے نعم و ناز کے پروردہ مفتی اعظم تبلیغ اسلام کی خاطر کئی کئی میل جنوری وفروری کی ٹھنڈ اور مئی وجون کی گرمی میں سفر کرتے تھے ـــــ ریگستانوں میں چلتے چلتے مفتی اعظم کے پائے ناز میں چھالے پڑ جاتے تھے ـــــ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ ان تمام تکالیف کو حضور برداشت کرتے، پاؤں کے چھالے اور ٹانگوں کا ورم حضور مفتی اعظم کو تبلیغ اسلام کے فریضہ سے نہ روک سکا ـــــ دھوپ کی تمازت سے پھول جیسا چہرہ کمہلا جاتا۔ مگر آپ اپنے ہمراہی اراکین وفد کو اپنی جسمانی تکالیف کا احساس بھی نہ ہونے دیتے۔ ان کو فکر تو صرف ساڑھے چار لاکھ مسلم راجپوتوں کی تھی ـــــ مفتی اعظم کا یہ تبلیغی سلسلہ ۱۹۲۸ء میں ختم ہوگیا۔ اور شدھی تحریک نیست ونابود ہوگئی ـــــ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ساتھ جن علماء ومشائخ نے تحریک انسداد شدھی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور تبلیغ اسلام میں منہمک رہے ان کی اجمالی فہرست یہ ہے:

(۱) حجۃ الاسلام حضرت مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ
(۲) امیر ملت حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری
(۳) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین رضوی مرادآبادی
(۴) مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم رضوی صدیقی میرٹھی
(۵) حضرت مولانا قطب الدین اشرفی برہم چاری
(۶) استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، ایڈیٹر ماہنامہ "الرضا بریلی"
(۷) حضرت مولانا احمد مختار رضوی صدیقی میرٹھی
(۸) حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات قادری رضوی
(۹) مولانا نثار احمد کانپوری
(۱۰) مولانا مشتاق احمد کانپوری
(۱۱) مولانا غلام رضوی بن مولانا محمود جان رضوی جودھپوری

(۱۲) مولانا حکیم سید ابوالمعانی آزاد
(۱۳) ادیب شہیر مولانا ابرار حسن حامدی تلہری ایڈیٹر ماہنامہ یادگار رضا بریلی
(۱۴) حضرت مولانا سید دیدار علی رضوی الوری
(۱۵) مفتی پاکستان علامہ سید احمد رضوی الوری
(۱۶) شیخ العلماء مولانا رحم الٰہی منگلوری (دارالعلوم منظر اسلام بریلی)
(۱۷) حضرت مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری
(۱۸) برہان ملت مفتی محمد برہان الحق جبلپوری رضوی
(۱۹) مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی
(۲۰) چودھری عبدالحمید رئیس اعظم شیروانی سہاور
(۲۱) قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی

مذکورہ بالا اسماء میں زیادہ تر علماء ومشائخ ہیں جن کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ نے اجازت وخلافت سے نوازا، پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے آستانوں پر رحمت و نور کی برکھا برسائے اور ہمیں بھی فیضیاب کرے (آمین)

اب آخر میں ان لوگوں کے نام دئے جارہے ہیں جنھوں نے تحریکِ شدھی کو بڑھاوا دیا ـــــ اور انسداد میں شامل نہیں ہوئے، اور انھوں نے پنڈت شردھانند کو دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر بٹھاکر تقریر کرائی ـــــ افسوس صد افسوس یہی منبر جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے نائب بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اسی پر دشمن اسلام کو بٹھاکر اسلام کے خلاف تقریر کرائی ـــــ جو زہر ہلاہل سے کم نہ تھی۔ وہ حضرات یہ ہیں:

(۱) مسٹر ابوالکلام محی الدین احمد آزاد
(۲) دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی
(۳) مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

المختصر: انسداد تحریک شدھی کا یہ اجمالی تعارف تھا۔ زمانہ اس بات کا متقاضی ہے کہ انسداد شدھی پر تفصیل سے لکھا جائے ——— بحمدہٖ تعالیٰ مواد کافی موجود ہے۔ بس توجہ سے ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرّہٗ کی زندگی کا یہ وہ کارنامہ ہے جس کے سامنے آنے پر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی ——— بفضلہٖ تعالیٰ راقم السطور نے اس سلسلے میں پیش رفت کی ہے۔

نوٹ:۔ مذکورہ مضمون مفتی اعظم سیمینار منعقدہ ۱۹۹۲ء زیر اہتمام شاہ رئیس میاں قادری سجادہ نشین خانقاہ واصلیہ حضرت پہلوان شاہ ناولٹی بریلی کے لئے ۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء کو لکھا گیا تھا۔ رضوی عفرلہٗ

تحریک نسبندی

علماء دین کا اصل وقار حق گوئی و بے باکی ہے۔ جسے اسلام نے "افضل الجہاد" کا مقام عطا فرمایا ہے۔ دین کی قدریں پامال کی جا رہی تھیں۔ قرآن پاک اور حدیث نبوی کی منشا جاننے اور اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے بجائے مصلحتوں کی پیروی کا راج تھا۔ حالات کے رخ پر ڈٹ کر حق کی صدا بلند کرنے والے روپوش ہوتے جا رہے تھے ——— ایک سے ایک قدر آور اہل علم دنیاوی آرام و آسائش کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایک مسلم حکومت دوسری مسلم حکومت کے خلاف جنگ کر رہی تھی۔ اور علماء خاموش تھے۔ اگر کوئی زبان کھولتا بھی تو اپنے ملک کے حکمرانوں کی حمایت میں ——— مسلم برسر اقتدار اسلام پر کلنک تھے۔ عالم اسلام میں صرف واحد ذات تھی مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کی، کہ کروڑوں ہندوؤں کی آبادی والے ملک میں رہ کر حکومت وقت کے فیصلے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ مصلحت پرستوں کے سرنگوں تھے۔ حالات اور فضا کی برہمی اپنی جگہ، نہ جانے کتنے صاحبان جبّہ و دستار حکومت کے مزاج سے صلح کر چکے تھے ——— علماء کے وقار پر دھبّے لگ رہے تھے۔ اسلامی اور ایمانی جرائت کا خون ہو رہا تھا۔ ان کے اپنے مادی وسائل نہیں، طوفان بلا کو ٹالنے کا سامان نہیں، مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا، اور حکومتی قانون کا سہارا لے کر نسبندی کے نام پر لاکھوں انسانوں کے سلسلۂ توالد و تناسل کو منقطع کر رہے تھے۔ عورتوں کے "آپریشن" کئے جا رہے تھے۔ پولیس مدد کر رہی تھی ——— بقول مولانا بدر القادری (ہالینڈ):

حکومتی اہل کار شہر شہر، قریہ قریہ ——— گاؤں، گاؤں ——— محلّہ محلّہ اور گھر گھر دستک دے رہے تھے کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ ——— اگر دو یا تین ہیں تو نسبندی کرائیے ——— کہیں لالچ دے کر، کہیں ڈرا دھمکا کر، کسی پر زور دباؤ ڈال کر آئندہ کے لئے لوگوں پر

اولاد کا سلسلہ بند کیا جارہا ہے۔ (۱)

مسلمان، ہندو، سکھ، پارسی اور عیسائی تمام قوموں کے لیڈروں نے حالات سے نظر پھیر لی تھی ——— ۵ جون ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ کو سارے ملک ہندستان میں ایمرجنسی لگادی گئی، تمام شہریوں کے بنیادی حقوق سلب کرلئے گئے، حکومت کی مخالفت ملک سے غداری و بغاوت قرار دے دی گئی، سیاسی لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا، اور ان کی گرفتاری کو برقرار رکھنے کے لئے "میسا" کا قانون بنا دیا گیا۔ جس کے تحت مقامی کورٹوں کو گورنمنٹ کی مخالفت کرنے والے گرفتار شدہ افراد کے مقدمات کی سماعت کا حق نہیں دیا گیا ——— صرف ہائی کورٹ کو ان کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا گیا تھا، وہ بھی ایک متعینہ مدت کے بعد نام نہاد عدل و انصاف کی قدریں جو مجروح تھیں وہ بھی ختم کردی گئیں۔ مخالفین حکومت کو "قانون میسا" کے تحت بے بنیاد اور جھوٹے الزامات کے تحت جیلوں میں بند کردیا گیا تھا ——— اندرا گاندھی کے بیس (۲۰) نکاتی پروگرام اور ان کے بیٹے سنجے گاندھی کے چار نکاتی پروگرام کی حمایت کرنے والے خوشامد پسند لوگوں کو ہی قانونِ میسا سے نجات مل سکی تھی۔

گورنمنٹ کی سختیاں اللہ اللہ ——— اب اس ماحول میں علماء دیوبند نے کیا کردار ادا کیا؟ ——— دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کی حالت دیکھئے۔ مشہور قانون داں مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی لکھتے ہیں:

غیر فطری اور غیر اسلامی فعل نسبندی کا جبراً نفاذ کیا گیا، ہزاروں افراد کی جبراً نسبندی کی گئی، حتیٰ کہ مجرد لوگ بھی محفوظ نہیں رہ سکے ——— نسبندی کی اسکیم انتہائی غیر فطری تھی، اس پر عمل کرنا باشندگانِ ملک کے لئے لازمی قرار دے دیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے غیر فطری اسکیم کے متعلق شریعت اسلامیہ کا حکم معلوم کرنا چاہا تو اوّلاً "دارالعلوم دیوبند" کے مہتمم قاری طیب صاحب نے نسبندی کو شریعتِ اسلامیہ

(۱) محمد قمر الحسن قمر بستوی، مولانا: تجلیات مفتی اعظم ہند م: رضا اکیڈمی بمبئی ۳

کے خلاف قرار دیا، ان کا فتویٰ "روزنامہ الجمعیۃ دہلی" میں شائع ہوا۔

قاری صاحب کے فتوے پر اندرا گورنمنٹ کا ردعمل شروع ہوا، اور "میسا" کا ڈنڈا قاری طیب صاحب کو دکھایا گیا تو ساری سی سی پٹاخ بھول گئے ——— اور اپنے فتوے سے رجوع کرکے راہِ فرار اختیار کی۔ نسبندی کی حرمت سے رجوع کرکے نسبندی کے جواز کا فتویٰ جاری کردیا۔ قاری صاحب کا یہ فتویٰ حکومت نے بڑے اہتمام سے اخبارات میں شائع کرایا۔ ریڈیو اور ٹی وی پر کئی دن تک نشر ہوتا رہا (۱)

۱۳۹۶ھ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۶ء، ۱۹۷۷ء کا دور اسلامیان ہند کے لئے بھیانک طوفان کا دور تھا۔ گورنمنٹ نے مفتیانِ کرام کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی، کانگریسی مفتیان نے اس کے جواز کا فتویٰ صادر کردیا ——— ہندستان کا مسلمان اب ایسے نازک موڑ پر آچکا تھا جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پوری قوم ایسے امیر کارواں کی تلاش میں تھی جو اسے سہارا دے۔ ایمان و اعتقاد کی اجڑتی ہوئی کھیتی کو لالہ زار بنادے۔ ——— اس وقت اَسّی (۸۰) سالہ بزرگ گوشہ نشین، مردِ خدا، عارف باللہ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے کانوں تک بات پہنچی، آپ نے حالات کی ناسازگاری، حکومت وقت کے ظلم و ستم، اور ملک بھر کے عام رجحان کے خلاف فتویٰ جاری فرمادیا جو عین شریعت اسلامیہ کے مطابق تھا ——— اور مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ "خبردار کسی لالچ، حرص یا دباؤ میں آکر مسلمان ان ناجائز کام میں ملوث نہ ہوں" ——— مفتی اعظم نے "میسا" کے بھیانک ماحول میں شریعتِ اسلامیہ کی پاسبانی کی، آپ کو میسا کا خوف و ڈنڈا اعلاء کلمۃ الحق سے نہ روک سکا۔ جب آپ سے نسبندی کے متعلق شریعت اسلامیہ کا موقف معلوم کیا گیا تو آپ نے بلا خوف وتردید کے نسبندی کو شریعت کے خلاف قرار دیا ——— مولانا بریلوی کے رفیق کار مفتی صاحبان اور معین المفتی نے قانونِ میسا پر گفتگو کی تو حضرت نے فرمایا:

(۱) عبدالوحید بیگ، مرزا: حیات مفتی اعظم حصہ اول، ص ۱۶۲، م: بریلی شریف

فتویٰ شریعت اسلامیہ کے مطابق دیا جائے ــــــ میسا پیسا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ "میسا" کے خوف سے حکم شرع کو بدلا نہیں جا سکتا ہے۔ حکومتِ وقت ہم کو باغی قرار دیتی ہے، تو اس کے خوف سے ہم اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت نہیں کر سکتے ــــــ مسلمانوں کو اللہ عزوجل، اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وفادار، اطاعت شعار ہونا چاہئے ــــــ (۱)

مفتی اعظم مولانا بریلوی کا فتویٰ نسبندی ملاحظہ ہو ــــــ جس کو ۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ/ ۳۰؍ستمبر ۱۹۷۶ء کو جناب ساجد علی خاں مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی نے شائع کیا:

سوال:

سیدی مرشدی و مولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ــــــ خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نسبندی کے آپریشن کرانے کے بارے میں، عورتوں مردوں کے بارے میں، کیونکہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آتے ہیں کہ نسبندی کا آپریشن نہ کرانے والے سرکاری ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی وغیرہ ــــــ عین نوازش ہوگی حضور بذات خود تکلیف گوارا کر کے اس مسئلہ کو حل کر کے روانہ کریں۔ کیونکہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔ فتویٰ قرآن و حدیث سے مدلل ہونا چاہئے

فقط

مرزا ممتاز بیگ رضوی چھترپور، ایم، پی

جواب: الجواب بعون الملک الوھاب ــــــ ضبطِ تولید

(۱) عبدالوحید بیگ، مرزا: حیات مفتی اعظم حصہ اول ص ۱۶۳

کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے۔ اور یہ قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۔ (۱)

شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے:

مِنْ ذَالِكَ تَغَيُّرُ الْجِسْمِ

یعنی اس میں سے ہے جسم کی تغیر۔

اور تفسیر کبیر میں ہے:

اَنَّ مَعْنٰى تَغْيِيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ هٰهُنَا هُوَ الْاَخْصَاءُ الخ

یعنی اس آیت میں خلق کا معنی خصّی کرنا وغیرہ ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے:

لُعِنَ اللّٰهُ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ (ملخصاً)

اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو (جسم کی قدرتی بناوٹ) بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے۔ اور وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے، اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے سَتر وہ بھی سَتر غلیظ کھولا جاتا ہے۔ اور وہ اس کو چھوتا بھی ہے۔ اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں۔ کما فی کتب الفقہ ــــــ اور قاطع توالد ہونے کے سبب معنیً خصا میں داخل ہے۔ اور انسان کا خصّی ہونا یا کرنا بھی بنص قرآن و حدیث حرام ہے، جیسا کہ آیت و حدیث سے اوپر گزرا، نیز اور حدیث میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من خصیٰ ولا اختصیٰ (المشکوٰۃ)

جس نے دوسرے انسان کو خصّی کیا یا خود ہوا، وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ گمان کہ کثرتِ اولاد مفلسی کا باعث ہے، غلط ہے —— بلکہ اللہ و رسول کی نافرمانی و بے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں —— مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ——

اپنی اولاد قتل نہ کرو، مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں، اور انھیں سب کو رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور چھپی ہیں

"الحاصل نسبندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں —— لہٰذا، اس سے احتراز لازم ہے"۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم —— (۱)

مفتی اعظم کے زیر سرپرستی "رضوی دار الافتاء" بریلی شریف کے مفتیانِ کرام جنھوں نے مولانا بریلوی کے فتویٰ پر تصدیقات کیں:

(۱) مفتی محمد اعظم نوری، شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی
(۲) مولانا خالد علی خاں رضوی مدرس و مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی
(۳) مفتی محمد صالح قادری رضوی بریلوی، مفتی رضوی دار الافتاء و استاذ منظر اسلام
(۴) مولانا عبید الرحمٰن رضوی، معین المفتی رضوی دار الافتاء بریلی
(۵) مولانا محمد عبد الغفور رضوی، معین المفتی رضوی دار الافتاء بریلی
(۶) مولانا محمد رئیس الدین رضوی
(۷) مولانا محمد غلام یسین رضوی پورنوی

اسی ایمرجنسی کے پُرہول ماحول میں قاری طیب صاحب کا میرٹھ پہنچنا ہوا۔ اور وہاں بڑی دلیری اور طمطراق سے مجمع عام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ "میں دہلی جا رہا ہوں مجھے کوئی گرفتار کرے"! —— حاضرین جلسہ یہ جرأتِ مردانہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے، کہ یہ زمانہ قیامت خیز، اور یہ ہمت مردانہ؟ —— اور اس سے قبل عدم جواز کا فتویٰ شائع کر دیا تھا۔ جو حق تھا۔ اب ان کی عیاری ملاحظہ

(۱) ماہنامہ دامنِ مصطفےٰ بریلی: (مفتی اعظم نمبر) ص ۱۴۰، ۱۴۱۔ بابت مئی تا اکتوبر ۱۹۹۰ء

فرمائیے۔ چند دنوں بعد جب مذکورہ فتویٰ کی بنیاد پر متعدد مقامات پر مثلاً مظفر پور وغیرہ شہروں میں ہزاروں مسلمان گولی کا نشانہ بن گئے، بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ ہزارہا بچے شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ پھر خفیہ مصلحت کی بنا پر قاری طیب نے حق بات سے رجوع کر لیا۔ یعنی نسبندی کی حرمت کا فتویٰ دینے کے بعد اب اس کے جواز کا بیان دیدیا بایں طور کہ آپ کا بیان ٹیپ کر کے ریڈیو پر نشر کیا گیا جس کو ہندستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر کے شہروں اور قصبات، دیہات میں تعلیم یافتہ غیر تعلیم یافتہ ہر طبقے نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں:

علماء کرام سے درخواست کروں گا کہ اب تک منفی پہلو پر غور فرمایا ہے ——اب مثبت پہلو پر بھی غور فرمائیں، —— یہ مسئلہ اجتہادی ہے (۱)

علماء دیوبند کی نام نہاد حق گوئی آپ نے ملاحظہ فرمائی —— گورنمنٹ کی دھمکی نے فتویٰ بھی بدل دیا، مگر قربان جائیے اس بوڑھے مرد مجاہد (حضور مفتی اعظم) پر جس نے طاغوتی طاقتوں سے خوف نہیں کھایا۔ علماء حق کی یاد تازہ کر دی، ظلم و بربریت کے بھیانک ماحول میں بھی اعلان حق فرمایا —— چونکہ ذرائع ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا۔ مفتی اعظم کے فتوے کو ریڈیو وغیرہ سے اشاعت کا ذریعہ بنانا ممکن نہ تھا۔ آپ نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدم جواز نسبندی کو "سائیکلو اسٹال" اور فوٹو اسٹیٹ کرا کے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ سب سے پہلے وزیر اعظم اندرا گاندھی اور یو۔ پی گورنمنٹ، بریلی کلکٹر کو علیحدہ علیحدہ کاپیاں ارسال کی گئیں۔ اندیشۂ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر مفتی اعظم کا جرأت مندانہ اقدام شریعت مصطفےٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا، اور ظالم و جابر حاکم ایمرجنسی کے دور میں آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہو کر رہ گئے —— (۲)

قانونِ میسا کے خوف سے فتویٰ شائع کرنا خاصا دشوار تھا، کوئی پریس، کوئی اخبار

(۱) غلام جیلانی میرٹھی، سید، شیخ الحدیث: البشیر شرح نحو میر ص ۴۴: مکتبہ الجیلانی سنبھل
(۲) محمد شہاب الدین رضوی، راقم السطور: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱، ص ۹۱

چھاپنے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ مفتی اعظم کے حکم پر سائیکلو اسٹائل مشین سے چھپوایا
گیا، اور چھپوانے کی خدمت محترم الحاج قربان علی رضوی حامدی بیسلپوری، (مالک مکتبہ
رضا ایوان عرفان بیسلپور ضلع پیلی بھیت) نے انجام دی (۱) ـــــ اس طرح حضرت
مفتی اعظم کا فتویٰ پورے ملک میں پہنچ گیا، اور اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملک کے
گوشے گوشے سے فتویٰ کی فرمائش کے خطوط آنے لگے، فتویٰ کی کاپیاں بھیجی جانے لگیں،
حضرت مولانا بریلوی کے دولتکدے کے نزدیک پوسٹ آفس ہے وہیں سے ڈاک پوسٹ
کی جاتی تھی، حکومت وقت نے مفتی اعظم کے فتویٰ کی اشاعت روکنے کے لئے آپ کی ڈاک
سینسر کرنا شروع کردی۔ فرمائش پر جو کاپیاں روانہ کی جاتیں وہ ان لوگوں تک
نہیں پہنچتیں، اور ان کے شکایتی خطوط آتے، مرسلہ فتوے کہاں گئے؟ ـــــ جب
اس امر کی تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ مفتی اعظم کا فتویٰ سینسر کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس
آفت پر کنٹرول کرنے کے لئے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی کہ فرمائش پر فتویٰ کی کاپیاں ضلع
بریلی کے مواضعات کے چھوٹے چھوٹے پوسٹ آفس اور غیر معروف جگہ پر نصب
لیٹر بکسوں سے پوسٹ کئے جانے لگے۔ یہ حکمت عملی انتہائی کامیاب و مؤثر رہی ـــ (۲)
مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے حکومت وقت کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال کر بات کی اور اعلاء کلمۃ الحق بلند فرما کر اسلاف کی یاد تازہ کردی۔ اس فتویٰ کا اثر
حکومت ہند پر بہت اچھا پڑا۔ اندرا گاندھی کی مخالفت کر کے "میسا" کا خوف عوام کے
دلوں سے نکال دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جگہ جگہ جبری نسبندی کی مخالفت کا عوام
نے اظہار شروع کردیا۔ چونکہ ان کو اب تقویت مل رہی تھی، مفتی اعظم مولانا بریلوی
قیادت فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ گاؤں گاؤں مخالفت و بغاوت کے لئے کمربستہ ہوگئے،
جگہ جگہ پولیس اور پی، ایس، سی سے عوام کی معرکہ آرائی ہونے لگی۔
حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی عزیمت مجاہدانہ سے حکومت چونک

(۱) بروایت مولانا مفتی محمد صالح قادری بریلوی، استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف
(۲) عبد الوحید بیگ، مرزا، حیات مفتی اعظم حصہ اول، ص ۱۶۴

پڑی، اور دار و رسن کی تیاری ہونے لگی۔ ضلع کلکٹر نے مسلح فورس کے ساتھ مفتی اعظم
کی محبوسی کے لئے سخت ہدایات جاری کردیں۔ مگر سی، آئی، ڈی کی رپورٹ بڑی
خوفناک مرکزی حکومت کو موصول ہوئی ـــــ صوبائی وزیر اعلیٰ اور سابق اسپیکر
یو، پی نے مرکزی حکومت سے فون پر رابطہ قائم کر کے صورت حال سے آگاہ کیا، اور کہا:

اگر بریلی کے بڑے مولوی صاحب (مفتی اعظم ہند) پر ہاتھ ڈالا گیا تو خیر
نہیں ـــــ حکومت کی جان کے لالے پڑ جائیں گے، اور پورے ملک
میں ایسا انتشار پھیلے گا جو سنبھالے نہ سنبھلے گا۔ لہٰذا کوئی حکم دینے سے
پہلے انجام پر خوب غور کر لیا جائے۔

لہٰذا حکومت وقت ڈھیلی پڑ گئی۔ مگر سوداگران محلہ (بریلی) کا پولیس اور سی، آئی، ڈی
روزانہ دن میں بار بار چکر لگاتی اور کچھ معلوم کرنے کی ہمت نہ پڑتی ـــــ آخر ایک دن
دو پولیس والے آئے اور کہنے لگے کہ "ہمیں بڑے مولوی صاحب سے ملنا ہے" ـــــ
مفتی اعظم اندر تشریف فرما تھے۔ دونوں کی ملاقات کرائی گئی، انھوں نے حضرت
مولانا سے کہا کہ:

آپ کا فتویٰ نسبندی کے عدم جواز سے متعلق ہے، آپ اسکو بدل دیں۔

اتنا کہنا تھا کہ حضرت کو جلال آگیا، ـــــ اور ارشاد فرمایا:

ہمارے یہاں فتویٰ نہیں بدلا جاتا ہے ـــــ اگر ضرورت پڑی تو حکومت
بدل دی جائے گی ـــــ (۱)

اندرا گاندھی حکومت کی تباہی و بربادی کے لئے مفتی اعظم نے دعا فرمائی، ان کے
مولیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور اندرا حکومت کا بیڑا غرق ہوگیا، الیکشن میں حکمراں پارٹی
کانگریس کو بری طرح سے شکست ہوئی، اور جنتا پارٹی کی حکومت بن گئی۔ اور کانگریس
آئی کو ظلم کے نتیجے میں اقتدار سے محروم ہونے کی ذلت اٹھانی پڑی ـــــ اسی لئے

(۱) بروایت جناب بابو بھائی خادم حضرت مفتی اعظم، جاروب کش آستانہ رضویہ بریلی مورخہ
یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء

آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پہلے ہی یہ فرما چکے تھے:

شرق پہ برق گراتے ہیں یہ ـــــ (۱)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی حق گوئی ایک ہفت روزہ اخبار "مستقیم" دہلی کی زبانی سنئے ـــــ ایڈیٹر لکھتا ہے:

اے ملت اسلامیہ تیری ہمدردی کے گیت تو سبھی گاتے ہیں ـــــ تیرے حقوق وحفاظت کی اہمیت تو سبھی جتاتے ہیں ـــــ لیکن صرف الیکشن میں ووٹوں کے وقت، اور قوم مسلم اتنی نادان یا بے حس ثابت ہورہی ہے کہ وہ خود اپنی اہمیت اور حیثیت نہیں سمجھ پاتی ـــــ عالم اسلام میں شہرت ونیک نامی رکھنے والا ایک گھرانہ اور جماعت بھی ہے ـــــ جس نے بلاشبہ ایمرجنسی اور نسبندی کے پر آشوب دور میں حق گوئی، بیباکی، اور نمائندگی کا حق ادا کیا، اور عالم اسلام کے اس قول کی لاج رکھ لی کہ مسلمان کبھی بھی حق بات کہنے، اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہیں چوکتا ـــــ اور وہ ہستی ہے جناب مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند کی، جنہوں نے ببانگِ دہل نسبندی کے خلاف فتویٰ صادر فرما کر حق گوئی کا ثبوت فراہم کیا۔ (۲)

ڈاکٹر سید امین مارہروی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) لکھتے ہیں:

یوں تو مجھے حضرت والا (مفتی اعظم) کی بہت سی باتیں متاثر کرتی ہیں، مگر جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ـــــ استقامت فی الدین ـــــ اور شرعی احکام کا کھلم کھلا اعلان ہے ـــــ فیملی پلاننگ کے مسئلے پر سارے علماء اور مشائخ نے رخصت پر عمل کیا، اکثر

---

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: الاستمداد ص ۶۰ م: قادری بک ڈپو بریلی

(۲) ہفت روزہ مستقیم دہلی: ص ۵، ک آخری، بابت: ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء

علماء نے سکوت اختیار کیا، اور بہت سے نام نہاد دیوبندی مفتیوں نے سرکاری روش کے حق میں فیصلے دئے ـــــ مگر چونکہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ لہٰذا انھوں نے حق کا بآواز بلند اعلان فرمایا، اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ اس کا نتیجہ ان کے حق میں کیا ہوگا؟ ـــــ اور تاریخ شاہد ہے کہ فیملی پلاننگ کے خلاف فتویٰ دینے کے باوجود ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ حضرت کی عمر شریف جہاد بالسیف کے دور سے گزر چکی تھی، مگر ان کے قلمی جہاد نے ثابت کر دیا کہ ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی ٭ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (۱)

۷ نومبر ۱۹۷۶ء کو حکومت ہند نے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کے نام "نوٹس" جاری کر دیا، اس میں حضرت مفتی اعظم اور دیگر مفتیان کرام شائع کنندہ مولانا صوفی ساجد علی خاں کو کلکٹر نے طلب کیا تھا۔ مفتی اعظم چونکہ پوری زندگی بھر کبھی بھی کچہری نہیں گئے ـــــ جناب ساجد علی خاں مع مفتیان رضوی دارالافتاء کے بوقت ۴ بجے دن میں نسبندی کے مسئلے پر بیان دینے کے لئے بذریعے کار نہایت عزت ووقار کے ساتھ تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو کلکٹر نے سب سے پہلے یہ کہا کہ "آپ سب لوگ آگئے" تو مولانا ساجد علی خاں نے جواب دیا کہ "آپ نے جن کو بلایا تھا اور ان کے نام کی جو لسٹ گشت کرائی تھی، اسے منگا کر چیک کر لیجئے کہ کون کون حاضر ہیں۔ ـــــ پھر ایک کاغذ پر سب نے دستخط کئے۔ مفتی اعظم کی طرف سے مولانا خالد علی خاں رضوی نے عذرنامہ کلکٹر کے آنے سے پہلے ہی پیش کار کو دے دیا تھا۔ پھر وہ عذرنامہ کلکٹر کے سامنے آگیا، اس نے عذرنامہ کو لسٹ کے ساتھ فائل میں رکھ لیا۔

مولانا ساجد علی خاں نے مولانا غلام رشید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کلکٹر سے کہا کہ "یہ بغیر بلائے ہوئے آگئے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو یہاں بیٹھیں ورنہ جاسکتے

---

(۱) ماہنامہ استقامت کانپور: مفتی اعظم نمبر، ص ۱۳۸، بابت مئی ۱۹۸۳ء

ہیں" ـــــ اس نے کہا "یہ پبلک پیلس ہے کوئی حرج نہیں بیٹھے رہنے دیجئے" ـــــ
اس کے بعد مولانا ساجد علی خاں نے دریافت کیا "آپ نے ہمیں کس لئے طلب کیا ہے"۔
کلکٹر نے کہا "ہم نسبندی کے فتوی کے متعلق تحقیق کرنا چاہتے ہیں" ـــــ اس پر
مولانا نے فرمایا:

یہ فتویٰ ہم نے شائع کیا، اور یہ مفتی صاحبان کے دستخط ہیں۔
حضرت مفتی اعظم کا فتویٰ ہے ـــــ اسے ہم سنادیں۔

کلکٹر نے سننے کی خواہش ظاہر کی، مولانا نے ایک مفتی صاحب کی طرف اشارہ کرکے سنانے
کو کہا، مفتی صاحب نے پڑھنا شروع کیا، درمیان درمیان میں جگہ جگہ مولانا کلکٹر کو
فتوی کی عبارت سمجھاتے گئے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کرتے گئے ـــــ مولانا
ساجد علی خاں نے تاریخی حیثیت سے سمجھاتے ہوئے کہا:

عرب کی تاریخ میں پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ
دفن کردیتے تھے۔ بھوک مری کے خوف سے، اور کسی کو داماد بنانے
کی عار کی وجہ سے ـــــ پھر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہمارے پیغمبر تشریف لائے، اور قرآن کی آیت نازل ہوئی کہ ہم رزق
تم کو بھی دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی دیں گے، تم بھکمری کے
خوف سے انہیں قتل نہ کرو۔ اور آگے یہ فرمایا گیا کہ بے حیائیوں سے
بچو، ان سے رزق میں کمی ہوتی ہے ـــــ نسبندی کی اسکیم کا منشا
یہ ہے کہ تنگدستی اور افلاس دور ہو۔ حالانکہ قرآن نے بتادیا کہ ظاہری
اور باطنی بے حیائی سے بچو کہ یہ رزق کم کرنے والی چیزیں ہیں ـــــ
اس کی طرف تو کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ نسبندی ذرا چلنے تو
دو، پھر آپ تماشا دیکھیں گے بے حیائیاں اور بڑھیں گی۔

درمیان میں فتویٰ سنانے والے مفتی صاحب نے کہا:
نسبندی میں ظاہری اور باطنی برائیاں موجود ہیں ـــــ عورت

کو پھر اسقاطِ حمل کا کوئی خوف نہیں رہے گا ـــــ اور عورتوں
مردوں میں حرام کاری اور بڑھے گی۔

ایس. ڈی. ایم بول اٹھے کہ "اس سے تو بدمعاشی اور بڑھے گی" ـــــ کلکٹر
نے کہا "اور بھی تو مولوی ہیں جو اس کو صحیح کہتے ہیں"۔ اس پر ساجد علی نے فرمایا:

ہم ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں جہاں بڑے بڑے علماء، صاحب
فضل وکمال آتے جاتے ہیں۔ اور ہم بھی باہر جاتے ہیں اور علماء سے ملتے
ہیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے علم وفضل اور کمال والے بعض علماء
انھوں نے اپنی دستار کو اتارا اور تہ کیا، اس میں اپنا علم وفضل سب
باندھ دیا، اس کو پیکٹ بناکر راشن اور پرمٹ کے عوض میں اس طرح
(دونوں ہاتھوں کا اشارہ کرتے ہوئے) دے دیا ـــــ ہم ان میں
سے نہیں ہیں، ہم کو احکم الحاکمین کے سامنے جواب دینا ہے۔

اس پر کلکٹر نے کہا "ہم اس کو نہیں جانتے، خیر آپ منع کرتے ہیں اور بات ہے، لیکن جن کو
یہاں رہنا ہے ان کو کرانا ہی ہے" ـــــ مولانا کے ہاتھ میں عصا تھا، اس کو ٹھونک کر
انگریزی میں بولے:

کیا جو نہیں کرائیں گے وہ دوسرے ملک چلے جائیں؟ ـــــ ہم باہر نہیں
جاسکتے، ہم یہیں کے ہیں، اور یہیں رہیں گے ـــــ ہمارا کام ہی یہ ہے
کہ ہم خلق خدا کی رہنمائی کریں۔

کلکٹر نے کہا "آپ لوگ دھارمک ہیں، سچ بولتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولیں گے، یہ بتائیے
کہ آپ نے یہ فتویٰ کہاں چھپوایا۔ مولانا ساجد علی خاں نے فوراً جواب دیا کہ سائکلواسٹائل
کے ذریعے چوری سے چھپوایا گیا ہے ـــــ پھر سوال کیا کہ سائکلواسٹائل کس کا تھا
ایک مفتی صاحب نے فرمایا کہ "آپ نے کہا ہے کہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ آپ لوگ سچے
ہیں۔ اس لئے ہم اس کا نام نہیں بتائیں گے کہ ہم اس سے جھوٹے ہوجائیں گے۔ کیونکہ ہم
نے اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ تمہارا نام کسی سے نہیں بتائیں گے" ـــــ اس کے بعد

مولانا نے اپنا عصا اٹھا کر اٹھتے ہوئے کہا کہ "میں بہت کمزور ہوں، ناتواں ہوں مگر یہ مسئلہ نہایت اہم تھا اس لئے آنا ضروری تھا۔ اب اجازت دیجئے" ـــــ کلکٹر نے کہا "آپ جسمانی طور پر دیکھنے میں کمزور ہیں مگر آپ کے اندر روحانی قوت ہے" ـــ (۱)

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں کے فرستادہ، نمائندے اور ترجمان نے حضرت کی صحیح معنوں میں ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ اور وفد میں شامل حضرات نے دنداں شکن جواب دیا۔ اور حکومت سے مرعوب نہ ہو کر اپنی بات کا آخر کار اعتراف کرا ہی لیا۔

---

(۱) محمد اعظم نوری، مفتی، مدیر: ماہنامہ دامن مصطفےٰ بریلی ص: ۲۳ تا ۳۵، بابت ستمبر اکتوبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ

تحریک مسجد شہید گنج

ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً "شہید" کر دیا ـــــ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں بلکہ گوردوارہ ہے۔ مسلمانوں کا موقف تھا کہ یہ عمارت ہمیشہ مسجد رہی ہے، سکھوں نے اسے اپنی عملداری میں اس مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر دیا تھا ـــــ مسجد کا شہید ہونا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسجد کی بازیابی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ جلسے، جلوسوں میں اکابر علماء و زعماء نے مسلمانوں کو متحدہ کر کوششیں جاری رکھنے کی تلقین کی، مقدمات دائر ہوئے۔ مسلمان گرفتار ہوئے کچھ لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر کے سرخرو ہوئے۔ جلوس چلا کر کہتے تھے "چلاؤ گولی مسجد لے کے جائیں گے زندہ نہیں جائیں گے"۔ بس فوج نے گولیوں سے بھون دیا ـــ (۱)

مسجد شہید گنج کا قضیہ اب صرف لاہور (متحدہ ہندستان) کا قومی مسئلہ نہ رہا، بلکہ برصغیر کے مسلمانوں نے اسے اپنا دینی مسئلہ سمجھا، پنجاب کے علاوہ دیگر علاقوں کے زعما بھی ان جلسوں میں شریک ہوئے ـــــ علما بریلی نے اس تحریک میں بھرپور عملی کردار ادا کیا۔ ۱۰/شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ/۸/نومبر ۱۹۳۵ء جمعہ کی نماز شاہی مسجد لاہور میں ادا کی گئی۔ فدایان مسجد شہید گنج کی کثرت کے باعث شاہی مسجد کا وسیع رقبہ ناکافی ہو گیا۔ مسجد کا دروازہ حضور باغ لاہور نمازیوں سے بھرا ہوا تھا۔

نماز جمعہ کے بعد یہ عظیم الشان اجتماع احتجاجی جلوس میں تبدیل ہو گیا ـــــ زعماء ملت جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ قائدین جلوس میں دیگر علما اہل سنت کے علاوہ حضرت مفتی اعظم کے برادر اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کا نام نامی نمایاں ہے ـــ (۲)

---

(۱) ماہنامہ استقامت کانپور: شہادت بابری مسجد نمبر ص ۵۹، بابت جون ۱۹۹۳ء

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۲، ص ۱۲، ۱۳ (م: مکتبہ قادریہ لاہور)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ۲۷؍ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ/۲۸؍جولائی ۱۹۳۵ء کو علی حسین مدرس اشاعت العلوم خام سرائے بریلی کے استفتاء کے جواب میں ایک مفصل و مدلل فتویٰ لکھا، جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں —— لکھتے ہیں :

لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد، جو مسجد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے۔ اس کی مسجدیت کبھی کسی وقت نہیں جا سکتی، مسجد کے شہید کر دینے سے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی۔ سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی نے —— وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے مسجد تھی یوں ہی اب بھی مسجد ہے اور قیامت تک رہے گی —— (۱)

آگے چل کر مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں :

مساجد بیوت اللہ ہیں، اللہ کے دین کا شعار عظیم ہیں، اور کسی شعارِ دین کی ادنیٰ سے ادنیٰ ہتک ہرگز مسلمان برداشت نہیں کر سکتے ——

بے شک بے شک شعارِ دین پر حملہ دین پر حملہ ہے —— مسلمانوں کی ذاتی ہی عزت پر حملہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی عزت پر بھی۔ جس پر مسلمان اپنی عزت آبرو اپنی جان و مال تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں، اور جو بن پڑے اور جس کا دین و مذہب اجازت دے وہ سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ مسجد شہید گنج یقیناً شعار دین ہے۔ مسجد کی حفاظت و صیانت فرض مبین ہے۔ جہاں تک

نوٹ : تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں۔

(ا) ماہنامہ انوار الصوفیہ، علی پور شریف، بابت نومبر ۱۹۱۶ء/۱۳۳۵ھ

(ب) روزنامہ احسان لاہور، بابت نومبر ۱۹۱۶ء/۱۳۳۵ھ

(ج) سیرت امیر ملت، مرتبہ : سید اختر حسین علی پوری، ص ۴۶۴، ۴۶۲

(د) قضیۂ مسجد شہید گنج، مرتبہ : مولانا محمد جلال الدین قادری

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم : فتاوی مصطفویہ ج ۲، ص : ۹۵ (م : مکتبہ رضا بیسلپور)

جس جائز طریقے سے ہو کرنا ناگزیر ہے۔ (۱)

مسجد شہید گنج لاہور کے قضیہ نامرضیہ میں مسلمانوں کے خلاف سکھ اور ان کے سرپرست انگریز تھے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ مجلس احرار اسلام کے اراکین بھی بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف تھے۔ سکھوں اور حکومت کے ساتھ مقابلہ تو غیر متوقع نہ تھا —— علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام نے نئے انداز سے مخالفت کا محاذ کھول دیا۔ سکھوں کی ہمنوائی میں انھوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ :

جو مسلمان مسجد کی حفاظت اور اس کی بازیابی کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں —— وہ شہید نہیں، بلکہ حرام موت مر رہے ہیں۔ (۲)

اس نازک اور پیچیدہ صورت حال کے پیش نظر مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے نہایت وضاحت کے ساتھ فقہی رہنمائی کی —— اور ایسے مسلمانوں پر کڑی تنقید فرمائی۔ مسئلہ شرعی کو واضح کیا —— رقم طراز ہیں :

مسلمانوں کی شامتِ اعمال کہ ہر معاملے میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی وجہ اپنی ذاتی غرض و منفعت یا محض خوشامد میں اختلاف کا عَلم اٹھا لیتے ہیں۔ یہ بات بھی کوئی اختلاف کی تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم —— اپنی جہالت سے اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچاتے، غلبۂ کفر و کافرین کا موجب ہوتے ہیں۔ کفار کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ —— گورنمنٹ کا قانون کہ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے گی۔ کبھی دست انداز نہ ہو گی، مگر ایسے ہی لوگ ہیں جو حکومت کو اپنے بد عمل سے فریب دیتے ہیں، اور اس معاہدے کی خلاف ورزی کر کے گورنمنٹ کو بدنام کراتے ہیں —— رعایا میں بد اعتمادی پھیلاتے ہیں —— (۳)

---

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا : فتاویٰ مصطفویہ ج ۲، ص ۹۷

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا : محدث اعظم پاکستان ج ۲، ص ۱۳

(۳) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا : فتاوی مصطفویہ ج ۲، ص ۹۷

جو ان لوگوں (شہیدوں) کو حرام موت مرنے والا بتاتا ہے، اس کے طور پر یہی نہیں بلکہ جو مسلمان اذان پر، یا قربانی گاؤ پر شہید ہوتے رہے ـــــ وہ سب بھی حرام موت مرے، اور یہی نہیں بلکہ تیرہ سو برس کے اندر جتنے لوگ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مارے گئے وہ سب معاذ اللہ ایسی ہی حرام موت مرے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ـــــ (۱)

مجلس احرار اسلام کے بارے میں اس کی سیاسی چال اور اسلام سے برگشتگی پر فرمایا:

قیود دین و مذہب سے آزادوں نے احرار اسلام اپنا نام رکھا۔ ما علی مثلہ بعد الخطاء ان کی دینی آزادی جس موقع پر انہیں جیسا چلاتی ہے ویسا ہی چلتے ہیں (۲)

یہ دور تو ایسا تھا کہ مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ اتحاد و اتفاق سے مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لئے واگزاری کرتے، مگر مسلمانوں ہی میں ایسے مفاد پرست اور سیاسی سامنے آئے جیسے سید حبیب وغیرہ مجلس احرار اسلام کے اراکین و عہدیداران نے اس بازیابی کی تحریک کی مخالفت کرنا شروع کر دی، اور اپنے مفاد کو پیش نظر رکھکر ہر وہ حربہ استعمال کرنے لگے جو ایک غیر کے ساتھ ہوتا ہے ـــــ مخالفت کی نوعیت صرف یہ تھی کہ مسلمانوں نے جو بازیابی کی تحریک چلائی تو اس کی باگ ڈور مجلس احرار اسلام کے ہاتھوں میں کیوں نہ دی گئی؟ ـــــ کوئی بھی قدم اٹھایا گیا تو سید حبیب احمد اور مجلس احرار کے مشورے کے بغیر ہوا ـــــ جو کچھ کرنا تھا اس کی اجازت مجلس احرار سے لینی چاہئے تھی؟ ـــــ جب انھوں نے مجلس سے باضابطہ طور پر اجازت نہ لی، اور نہ پوچھا تو "حرام کیا اور حرام موت مرے" ـــــ (معاذ اللہ رب العالمین) مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نے نہایت ہی واضح انداز میں

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: فتاوی مصطفویہ ج ۲، ص ۹۸
(۲) ،، ،، ،، : ،، ،، ،، ،، ۱۰۱

حق کو ظاہر فرمایا کہ:

(ا) ـــ جس خطۂ زمین پر ایک مرتبہ مسجد بن جائے تا قیام قیامت اسے مسجدیت سے خارج نہیں کر سکتے۔

(ب) ـــ مسجد شہید گنج، مسجد تھی اور اب بھی مسجد ہے۔ اگرچہ اس کی عمارت منہدم کر دی گئی ہے۔

(ج) ـــ جو لوگ حمیتِ دینی سے سرشار ہو کر مسجد شہید گنج کی بازیابی کی کوشش میں جاں بحق ہوئے ہیں، وہ شرعاً "شہید" ہیں ـــــ مفتی اعظم بریلوی نے اپنے موقف کی تائید میں تفسیر و احادیث و فقہ کی ۱۷ کتابوں کے حوالے بھی پیش فرمائے ہیں۔ مثلاً:

(۱) عنایۃ (۲) تنویر الابصار (۳) در مختار (۴) رد المحتار (۵) بحر (۶) فتح (۷) مجتبیٰ (۸) حاوی (۹) بحر الرائق (۱۰) شامی (۱۱) حاشیہ ابن عابدین (۱۲) فتاوی حجہ (۱۳) مضمرات (۱۴) ہندیہ (۱۵) تیسیر شرح جامع صغیر (۱۶) فتاوی خلاصہ (۱۷) صغیری وغیرہ

اس طرح خالص فقہی اور علمی اعتبار سے جن علماء و مفتیانِ کرام نے تحریک مسجد شہید گنج میں نمایاں حصہ لیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ان مفتیانِ کرام میں کچھ مفتی اعظم کے ہم عصر اور شاگرد ہیں:

(۱) امیر ملت پیر شاہ جماعت علی شاہ محدث علی پوری
(۲) مولانا مفتی حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ (شہزادۂ اکبر اعلیٰحضرت امام احمد رضا)
(۳) مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ (خلیفہ امام احمد رضا)
(۴) مولانا سردار احمد رضوی (تلمیذ و خلیفہ مفتی اعظم
(۵) مولانا عبد القادر شاہدی بہاری علیہ الرحمۃ
(۶) مفتی ابرار حسن رضوی حامدی تلہری (تلمیذ مفتی اعظم)

ان علماء کرام اور مفتیان عظام کا بصیرت افروز اور حقیقت پر مبنی کردار، خواص و عوام نے محسوس کیا ـــــ امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری، جو اس تحریک میں تمام طبقاتِ امت کی طرف سے متفقہ "امیر ملت" مقرر ہوئے تھے، وہ بھی اکتوبر ۱۹۳۵ء

میں مزید مشاورت کے لئے مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ اور مفتی اعظم ہند کے
پاس بریلی شریف تشریف فرما ہوئے (۱)

مفتی اعظم نے اپنے تلامذہ و اخلاف کو یہی تعلیم دی کہ کتنے ہی جبر و تشدد اور
بربریت کی تیز و تند ہوائیں چلیں مگر تم مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
دین کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے دینِ مصطفےٰ پر آنچ نہ آنے دیں ——
یہی وجہ تھی کہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۰ء کے پرفتن ایام میں بابری مسجد (اجودھیا ضلع فیض آباد)
کے متعلق فتویٰ صادر فرمایا۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا کے حقیقی جانشین فقیہِ
اسلام علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری (زیب سجادہ شریف) کے حکم پر مفتی محمد صالح رضوی
استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی (تلمیذ مفتی اعظم ہند) نے مولانا مفتی سید
شاہد علی رضوی رام پوری شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور اور حافظ شاہ لئیق احمد
خاں جمالی سجادہ نشین آستانہ جمالیہ رام پور کے استفتاء کا جواب تحریر کر کے اعلانِ
حق فرمایا —— چونکہ مسئلہ بابری مسجد اور مسجد شہید گنج کا قضیہ تقریباً ایک ہی ہے۔
بابری مسجد پر ہندو کٹر پنتھیوں کا قبضہ ہے۔ ہندستان کی گورمنٹ جمہوریت کا ڈھول بجانے
والی، حقیقت میں جمہوریت سے عاری ہے اور جمہوریت کے نام پر انارکی پھیلا رہی
ہے۔ یہاں بھی کچھ شرپسند مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ جس مسجد میں چالیس ۴۰ سال
تک عبادت نہیں ہوئی، نماز ادا نہیں کی گئی وہ اب مسجدیت سے خارج ہوگئی، اس لئے
مسجد کو ہندؤں کے حوالے کر دینا چاہیے —— مگر مذکورہ بالا علماء و مفتیان کرام نے
اس کا قلع قمع کر کے حق کو واضح فرمایا، ہندستان گورمنٹ پر اس فتویٰ کا گہرا اثر پڑا ——
رب تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق مرحمت فرمائے کہ اپنی ماضی کی تاریخ یاد کریں۔
جب ہم نے بڑی بڑی جنگوں کو اپنی ایمانی طاقت و قوت کے ذریعے جیت لیا تھا،
—— مسلمانو! کیا بھول گئے کہ تمہاری شجاعت و بہادری کی داستانیں تاریخ کے
صفحات پر کیسے سنہرے حروف سے لکھی ہوئی ہیں۔ مسلمانو! اپنی تاریخ دہراؤ، اب تم

(۱) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر (پنجاب)، ص ۷، بابت ۱۴ر نومبر ۱۹۳۵ء

پر طرح طرح کے حملے ہوئے ہیں۔ اسلام کو مٹانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔
—— للہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنی اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے
کے لئے اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو —— اللہ ہمارا محافظ و ناصر ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شرپسندوں نے ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ اور
آج اس پر ایک مندر نما چبوترا بنا لیا ہے۔ ملک کا مسلمان بے بس ہے، مگر وقت کا انتظار
ہے۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہی ہوگی۔

مسلم آریہ سماج

ہندؤں کے مذہبی رہنما پنڈت دیانند سرسوتی کی قائم کردہ آریہ سماج کے بیج سے مولوی خلیل داس نے مسلم آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ جو مسلمانوں کے خلاف ایک سازشی ذہن کے طور پر مسلم آریہ سماج کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ تفصیلات ذیل میں ملاحظہ کریں۔

پنڈت دیانند سرسوتی موروی کاٹھیاباڑ (گجرات) میں ۱۸۲۴ء/ ۱۹۴۰ھ اپنے آبائی گھر میں پیدا ہوئے (۱) والدین شریف النفس ہوتے ہوئے بیٹا شریر النفس واقع ہوا تھا، جو خاندان میں دو متضاد چیزیں تھیں (۲)، دیانند سرسوتی نے دیکھا کہ ہندؤں میں کوئی شیرازہ بندی نہیں ہے۔ چاروں طرف انارکی پھیلی ہوئی ہے، تو انھوں نے ۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء کو بمبئی میں آریہ سماج نام کی ایک خالص مذہبی تنظیم قائم کی (۳)

مولوی خلیل داس ضلع سیوان (بہار) کے رہنے والے تھے۔ چاروں وید کے ماہر مانے جاتے تھے۔ ملک گیر سطح پر شدھی تحریک کی داغ بیل پنڈت شردھانند نے ڈالی۔ (۴) بنارس میں شدھی تحریک کی شاخ قائم کرنے والے مدن موہن مالویہ تھے، جو کانگریس کے لیڈر اور متعصب ذہن رکھنے والے تھے۔ مسٹر مدن موہن مالویہ بذاتِ خود بنارس کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے خلاف خوب زہر اگلنا شروع کیا۔ اور آئے دن مسلمانوں پہ حملے، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وگستاخیوں کا دروازہ کھولا۔ بنارس کے تمام پنڈت اپنے اشلوک کے ساتھ اس میدان میں اتر پڑے اور مسلمانوں کا امن وچین چھین لیا۔ (۵)

---

(۱) لاجپت رائے، مسٹر: آریہ سماج کی تاریخ ص ۱۹، ترقی اردو بیورو دہلی ۱۸۹۹ء
(۲) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اور تحریک انسداد شدھی، زیر طبع
(۳) لاجپت رائے، مسٹر: آریہ سماج کی تاریخ ص ۵۷
(۴) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۵ء
(۵) محمد عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا: تاریخ بنارس، قلمی

مخدوم بنارس مولانا عبدالرسید بنارسی بن قطب بنارس شاہ عبدالحمید فریدی فاروقی پانی پتی ثم بنارسی نے آریوں سے مناظرے کی غرض سے مبلغ کی حیثیت سے مولوی خلیل داس کو سیوان سے بلایا۔ بنارس ٹاؤن ہال میں تین روز زبردست مناظرہ ہوا۔ آریہ سماج بری طرح سے ہار گئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کامیابی نے مولوی خلیل داس کو سیوان آبائی وطن جانا ہی بھلا دیا، اور مستقل طور پر بنارس میں ہی مقیم ہو گئے۔ مسٹر مالویہ کی نظر انتخاب مولوی خلیل داس پہ پڑی، خفیہ سازش کے تحت زر کثیر دے کر اسکو دام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسٹر مالویہ کی باتوں میں آنے کے بعد مولوی داس نے مسلم آریہ سماج کی بنیاد ڈالی اور مسلم آریہ سماج کے اصول وضوابط اور رہنما خطوط پر مشتمل کتاب بنام تحریک صلوٰۃ لکھی، جس میں ہندوؤں کے مذہبی رہنما کو پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ظل بتایا (معاذ اللہ رب العالمین) گویا کہ مسلم آریہ سماج کا دوسرا لبھادینے والا نام تحریک صلوٰۃ رکھا ——— مولوی داس کے غلط راہ پر پڑ جانے پر علماء اہلسنت وجماعت نے اولاً براہ راست سمجھانے کی کوشش کی، پھر وہ نہ سمجھے اور اپنی ضد پر قائم رہے تو ان علماء ومشائخ نے ان کے خلاف احکام شرعی جاری فرما دیئے ———

مولانا محمد عبد المجتبیٰ رضوی راقم السطور کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اس کی اس گمراہی پہ مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید بنارسی نے گرفت کی، درجنوں خطوط لکھے، اور اپنے ہفت روزہ اخبار فلاح الدارین بنارس میں اس کو سمجھانے، اور آخرت کا خوف دلا کر اس حرکت سے باز رہنے کی سعی بلیغ فرمائی حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ، صدر الافاضل شاہ نعیم الدین مرادآبادی، مفتی اعظم شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے بھی ہر امکانی صورت کو اپنایا۔ مگر جب اس پر کوئی اثر نہ ہوا تو مخدوم بنارس نے ایک استفتاء تیار کیا اور جوابات آنے پر اپنا فیصلہ کن حکم شرعی سنا دیا۔ اور "سوط اللہ عین اللہ" کے نام سے سارے فتاویٰ کو شائع فرما دیا ——— علماء اہلسنت وجماعت کے ساتھ ہی ساتھ مولوی حسین احمد مدنی نے بھی انہیں سمجھایا تھا

مولوی حسین احمد چونکہ سیاسی لیڈر تھے اس لئے ان کی ضد میں کانگریس میں شامل ہو کر کانگریس کے بینر تلے سے مسلم لیگ کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تھا۔ (۱)

مولوی خلیل داس اپنے حلقے میں بابا صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں مسلم آریہ سماج کے اصول وضوابط تحریر کئے، جو گمراہیت اور کفریات پر مبنی تھے۔ تحریک صلوٰۃ کتاب کا نام رکھا۔ کتاب میں سے چند چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

- مسلمانوں کے درمیان خصوصاً اور دیگر ہمسایہ قوموں کے ساتھ عموماً خوش سالکی اور اتحاد کا ایک خوشگوار جذبہ پیدا کرنا۔
- عالمگیر اخلاق کے اصولوں کے اوپر ایک قومی اخلاق کی بنا ڈالنا۔
- دوسرے مقاصد کے حصول کے مطابق جو میرے مدنظر ہے، میں مسلم جماعت کے سامنے خصوصاً اور ہمسایہ قوموں کے سامنے عموماً انسانی اخلاق وکیریر کا بہترین واکمل نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں، جو میرے ذہن میں حضرت رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ ہے
- یہ ایک ہے کہ جس کا مقصد مسلمانوں کی عام فلاح اور بہبود من حیث ہندستانی قوم کے ایک جزو اعظم کے ہے۔
- تمام ہند سے ایک ہی سمندر کے مختلف قطرے، اور ایک ہی چمن کے مختلف پھول ہیں۔
- اسلام کا مفہوم ایک عالمگیر برادری یا تمام انسانی نسل کا مشترک بھائی چارہ ہے۔
- ہر ایک سے محبت کرو، کسی سے نفرت نہ کرو، برائیوں کو بُرا سمجھو مگر بروں کو بُرا نہ جانو فرقہ وارانہ جذبات کا خاتمہ کرو۔
- یہ تحریک کسی کی مخالف نہیں، نہ ہندستان کی ہمسایہ قوموں کی مخالف۔
- اگر ہر ایک حق وصداقت کی محبت کرنے والے نے میرا ساتھ دیا اور میری تحریک کامیاب ہو گئی تو اس کی کامیابی کے ساتھ ساتھ تمام فرقہ وارانہ خیالات، باہمی جنگ وجدل، باہمی نفاق اور باہمی کشمکش کا دائمی خاتمہ ہو جائے گا۔

(۱) مکتوب مولانا محمد عبد المجتبیٰ رضوی بنیا باغ۔ مدرس مدرسہ مجیدیہ بنارس بنام راقم السطور محررہ ۲۱ دسمبر ۱۹۹۶ء

- اس تحریک کی کامیابی کے بعد ایک ایسے عالی شان اور عالمگیر معبد (پرستش کی جگہ) کی بنیاد پڑ جائے، جس کے اندر ہر ایک آرزوؤں اور محزون قلب کو ابدی راحت، اور کامل شانتی مل جائے گی۔
- تصویر جائز ہے۔ اللہ بھی تصویر کھینچتا ہے۔ اور مصور ہے۔ اگر تصویر کشی گناہ ہوتی تو اس کا فاعل کیسے ہوتا۔ ـــــ تصویر کو گناہ کہنا اللہ کو گنہگار کہنا ہے۔
- تم ہندوؤں کے پیشواؤں کی عزت کرو تاکہ تمہاری مسجدوں کی عزت کی جائے گی۔
- جبریل میرے گھر میں آئے، وحی میرے گھر میں آئی، قرآن میرے گھر میں اترا، شریعت میرے گھر کی ہے۔
- موسیٰ وعیسیٰ، حضور، کرشن ورام وغیرہ سب حقیقت میں ایک ہیں۔ صرف چولے کا فرق ہے۔ جو یہاں بندرابن میں بانسری بجاتا، گائے چراتا تھا، وہی مکہ میں قرآن پڑھتا اور بکریاں چراتا تھا۔ (۱) (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

چند اقوال نقل کئے گئے ہیں جبکہ اس طرح کی بے شمار خرافات موجود ہیں۔

مولوی خلیل داس کی مسلم آریہ سماج کے رضا کاروں میں اور بھی خلاف عقیدہ باتیں تھیں، جس کی وجہ سے مولانا عبد الرشید بنارسی نے اس تحریک کی شدومد سے مخالفت شروع کر دی۔ جبکہ مولوی داس کے تعلقات علماء اہلسنت سے اچھے تھے۔ رجوع توبہ کی غرض سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی دوبار بنارس تشریف لے گئے(۲) ایکبار صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی بھی تشریف لے گئے۔ مولانا عبد الرشید بنارسی اور مولوی خلیل داس کی موجودگی میں گفت وشنید ہوئی۔ مولوی داس توبہ اور رجوع پر آمادہ ہو گئے۔ بعدہٗ یہ علماء اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے، مگر علیٰ حالہٖ مولوی داس قائم رہے اور باوجودیکہ متعدد بار تبلیغ کرنے پر نہ ماننے تو مولانا عبد الرشید بنارسی نے سخت موقف اختیار کر لیا اور اپنے زیر اثر تنظیموں، پوسٹروں اور اخبارات ورسائل کے ذریعے مولوی داس کی خرافات کا انکشاف فرمایا۔ (۳)

(۱) خلیل داس، مولوی: تحریک صلوٰۃ ص ۱۰ تا ۱۶، مطبوعہ جماعت خدام اسلام بنارس

(۲) عبد الرشید بنارسی، ایڈیٹر: پندرہ روزہ فلاح الدارین، بابت ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء (۳) ایضاً ص ۱ مخے پر

علماء بنارس نے عوام اہلسنت کو اس گمراہیت سے بچانے کے لئے بریلی، جبل پور، اور اجمیر شریف سے رجوع کیا۔ بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ سے ۵ سوالات کئے جس کا انھوں نے بہت ہی تفصیلی جواب تحریر فرمایا۔ کتب تفسیر و فقہ و کتب متداولہ کے سیکڑوں حوالے سے اپنے عندیے کی توثیق فرمائی۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ کا فتویٰ ۳۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ۲۰×۳۰ سائز اور قدیم کتابت وطباعت کے لحاظ سے آج کے دور میں وہ تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگا

حضرت مفتی اعظم حکم فرماتے ہیں:

اس قائل اور قابل پر توبہ فرض ہے۔ تجدید ایمان و تجدید نکاح وغیرہ لازم کہ اس کے اس قوم میں بے شبہ یقینی توہین سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے۔ اور توہین ہونے کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ توہین کا قصد و ارادہ بھی ہو(۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

کیا اگر معاذ اللہ پناہ بخدا کوئی ہمارے الٰہ حق کی جناب میں یوں بکے، اور اسے اس کی حمد سمجھے، اور حمد کہے، تو یہ اس سبوح و قدوس جلمجدہٗ کی حمد ہوگی یا توہین و تنقیص کہ جو ایک واحد ذات کے اندر حال ہے۔ وَدّ کی محبت کا، لات کی دولت کا، مناۃ کی قوت کا، عزّیٰ کی عزت کا، سورج دیوتا، چندرما، چندر بھال کی نورانیت کا، گنیش کی تدبیر و حکمت کا، مہادیو کی مالکیت کا، یونہی مشرکین سے مجتبیں کرو، خداؤں کے نام لے کر مشرکین کے نزدیک جو جو وصف ان کے ہیں، وہ سب گنائے۔ کیا یہ اللہ واحد قہار کی حمد و ثنا ہوئی۔ حاشا و کلا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ، یقیناً یہ اس کی کھلی توہین اور صریح تنقیص ہوگی۔ (۲)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے باقاعدہ مولوی عبدالرشید بنارسی کی تحریک حزب اللہ کی حمایت

بقایا پچھلے صفحہ کا: (۲) پندرہ روزہ فلاح الدارین کا فتویٰ نمبر ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ جلد ۶

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: سوط اللہ علیٰ عین اللہ ص ۳۱، مطبوعہ مطبع رشیدی بنارس

(۲) " " " " " " ص ۳۲ " " "

کی، اور مسلم آریہ سماج کی مخالفت فرمائی۔ مذکورہ تفصیلی فتویٰ سے قبل ایک مختصر جواب بھی تحریر فرمایا جو پندرہ روزہ فلاح الدارین بنارس میں شائع ہوا۔ حضرت کے اس فتویٰ سے مسلم آریہ سماج اور خدام اسلامی کے بانی و مبانی مولوی خلیل داس کی تحریک سرد پڑ گئی، اور وہ اپنی موت آپ مرگئی۔ حضرت کے جواب پر مندرجہ ذیل علماء و مفتیان کرام کی تصدیقات ثبت ہیں۔

(۱) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
(۲) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی
(۳) عبد الاسلام مولانا عبد اسلام جبل پوری
(۴) برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری
(۵) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
(۶) مولانا مفتی نورالحسین مجددی رام پوری
(۷) مفتی محمد معوان حسین عمری مجددی
(۸) مولانا سید محمد دیدار علی رضوی امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف۔ لاہور
(۹) مولانا شاہ محمد عبدالرشید حنفی فریدی فاروقی زیب سجادہ عالیہ حمیدیہ بنارس

مسلم آریہ سماج کے ذریعے آخری دور میں مولوی خلیل داس نے سب صحابہ کا آغاز کیا، خصوصاً سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا دروازہ کھولا۔ اس گمراہی کے خلاف علماء نے سخت نوٹس لیا۔ اور مولانا عبدالحفیظ مفتیؔ آگرہ سابق صدر المدرسین جامعہ منظر اسلام کچی باغ بنارس نے صیانۃ الصحابہ عن کفریات بابا لکھ کر اس تحریک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا۔

بانئ تحریک کے پس پشت سیاسی افراد کارفرما تھے، جنھوں نے ہر موقع، اور ہر موڑ پر مولوی خلیل داس کا بھرپور تعاون کیا۔ اس میں سیاسی پارٹیوں میں کانگریس اور مذہبی پارٹی میں آریہ سماج بھی شامل تھی۔ مولوی داس اندرخانہ دونوں پارٹیوں سے

---

(۱) مکتوب مولانا محمد عبدالمجتبیٰ رضوی بنارس بنام راقم السطور محررہ: ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۶ء

خفیہ سمجھوتہ کئے ہوئے تھے۔ اور جب یہ اہم انکشافات عوام پر ظاہر ہوئے گمراہی کھل کر سامنے آگئی تو اہلِ بنارس نے بالکل قطع تعلق کرلیا۔ اور آخر میں شیعہ ہوکر دنیا سے رخصت ہوا۔ (۱)

---

(۱) راقم السطور کی فرمائش پر مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی بنارسی نے مذکورہ معلومات فراہم کیں۔ راقم مولانا کا ممنون ہے۔ رضوی غفرلہٗ

تحریکِ خاکسار

سامراجی قوتوں نے اسلام کے متحدہ پلیٹ فارم کو انتشار و افتراق کی راہ پر لانے کے لئے متعدد فرقہ بندی کی، اس میں انھوں نے کسی ایک چرب زبان مسلمان کو اپنا زرخرید غلام بنایا۔ پھر اس کے ذریعے مسلمانوں میں ایک نئے فتنے کی پیدائش کردی۔ کچھ ایسی ہی صورت عنایت اللہ مشرقی کے ساتھ بھی ہوئی۔

مسٹر عنایت اللہ مشرقی دینی مذہبی تعلیمات سے ناواقف تھے۔ ابتداءً انھوں نے اسلامی کتب کا سرسری مطالعہ کیا۔ انگریزی سے اچھی واقفیت تھی۔ ان کی موت ۱۹۶۳ء ۱۳۸۳ھ میں ہوئی۔ انھوں نے خاکسار نام کی ایک تنظیم قائم کی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان یہ بتایا گیا کہ یہ صرف سیاسی جماعت ہے۔ تحریک خاکسار کا علامتی نشان بیلچہ تھا۔ یہ جماعت آندھی اور طوفان کی طرح برصغیر میں اس صدی کے اوائل میں اٹھی، اور نصف صدی گزرنے سے قبل ہی اپنی موت آپ مرگئی۔ تاہم آج بھی کہیں کہیں نشانات موجود ہیں۔

بریلی کی مشہور شخصیت مرزا عبدالوحید بیگ مرحوم کا خیال ہے کہ:

> مشرقی نے انگریزوں کے اشارے پر مسلمانوں کو منتشر کرنے کے لئے خاکسار نام سے تحریک کا اجرا کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ مذہب سے ہم کو کوئی سروکار نہیں۔ ہماری تحریک سیاسی ہے۔ تاکہ ہر مکتبہ فکر سے وابستہ لوگ تحریک میں شامل ہوجائیں۔ مگر یہ مشرقی کی عیاری و مکاری تھی۔ حقیقتاً اس نے ایک نیا مذہب چلایا۔ جس کے اصول و عقائد مذہب اسلام کے برخلاف تھے۔ اپنی بدعقیدگی کو سیاست کی چادر میں چھپا کر اپنے متبعین کو دیتا تھا بلکہ اس نے اسلامی احکامات و عبادت پر بھی حملے کئے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ (۱)

---

(۱) عبدالوحید بیگ مرزا: حیات مفتی اعظم ص ۳۱۹ ج ۱ بریلی ۱۹۹۰ء

عنایت اللہ مشرقی کی تحریک خاکسار کی آندھی میں مذہب سے نابلد مسلمان تنکوں کی طرح اڑ اڑ کر اپنے دین وایمان کو برباد کرنے لگے تھے۔

تحریک خاکسار کی ان فتنہ سامانیوں سے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ انھوں نے فوراً امت مسلمہ کو مشرقی کی خاکسار کے ناروا اور اسلام کے خلاف عقائد سے قوم مسلم کو فوراً آگاہ کیا۔ اور عنایت اللہ مشرقی کی پھیلائی ہوئی گمراہیت کا سدّباب کرنے میں ڈٹ گئے۔

مشرقی اپنے افکار ونظریات کی اشاعت کی غرض سے ایک تفسیر بنام تذکرہ تصنیف کی۔ اس کے ذریعے اپنے خیالات وعقائد کو فروغ پہنچایا' اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے خاکسار کے کارکنان کمربستہ پہلے سے ہی تھے۔ تذکرے کی اشاعت کے بعد حضرت مفتی اعظم کی توجہ اس پر مبذول ہوئی' اور مختلف جگہوں سے استفسارات آنے لگے۔ چونکہ تذکرے میں الحاد و بے دینی اور گمراہیت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لئے مفتی اعظم کا قلم حرکت میں آگیا۔ ان استفسارات کے جوابات لکھنا شروع کر دیئے۔ اور اپنی مجالس میں بھی ردبلیغ فرمانے لگے' جس کی وجہ سے خاکساریوں کے درمیان کھلبلی سی مچ گئی' اور ان کو دن میں آسمان کے تارے نظر آنے لگے۔ مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرّہٗ نے متعدد فتاویٰ جاری فرمائے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

- پہلا فتویٰ: رجب المرجب ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء
- دوسرا فتویٰ: محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۸ء
- تیسرا فتویٰ: ۲۸؍ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۸ء
- چوتھا فتویٰ: ۱۶؍ صفر المظفر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۸ء
- پانچواں فتویٰ: (تاریخ درج نہیں غالباً آخری فتویٰ ہے) (۱)

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بانی خاکسار عنایت اللہ مشرقی کے باطل معتقدات

---

(۱) محولہ جملہ فتاویٰ مفتی اعظم کے فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول مطبوعہ مکتبۂ رضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۶ء میں شامل ہیں۔ تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ رضوی غفرلہ

کی ایک جھلک پیش کی جائے بعدہٗ مفتی اعظم کے فتاویٰ سے اقتباسات ملاحظہ کریں۔ مشرقی کی قابل ذکر صرف ایک ہی تصنیف بنام تذکرہ ہے۔ باقی مختلف تحریرات ہیں۔ مثلاً اشارات وغیرہ مگر تذکرے کے مطالعے سے اہل اسلام کے دل پسیج جائیں گے۔ یہاں پر چند باتیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱)۔۔۔ لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے' اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے لگ گئے۔ فرقہ بند بن گئے۔ خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کی بجائے محمدی بن گئے' انکو سراہنا اور ان کو اپنے اعمال وافعال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔ (۱)

(۲)۔۔۔ مسلمانوں نے داڑھیوں اور تہمدوں' مسواکوں' ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا۔ (۲)

(۳)۔۔۔ حج جاتری' نماز' زکوٰۃ اور روزے' برت وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔ (۳)

(۴)۔۔۔ نبی آخر الزماں علیہ السلام کا واحد مطمع نظر روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنا۔ اور امت عرب کو بقائے دوام کے معراج پر پہنچانا تھا۔ یہی ان کے مبعوث ہونے کا واحد اور صحیح غرض تھی۔ (۴)

(۵)۔۔۔ کرشن علیہ السلام (۵)

(۶)۔۔۔ قرآن کی الصلوٰۃ صرف نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے۔ (۶)

(۷)۔۔۔ الصلوٰۃ یعنی نماز عبادت قطعاً نہیں ہے۔ (۷)

---

(۱) عنایت اللہ مشرقی، مسٹر : تذکرہ، ص ۹
(۲) ″ ″ ″ : ″ ″ ۹
(۳) ″ ″ ″ : ″ ″ ۹
(۴) ″ ″ ″ : ″ ″ ۷
(۵) ″ ″ ″ : ″ ″ ۷۵
(۶) ″ ″ ″ : ″ ″ ۹۱
(۷) ″ ″ ″ : ″ ″

۸۔۔۔ عبادت وقت اور مقام، قوموں اور قعدوں، رکعتوں اور رکوعوں سے قطعاً مختلف ہے
فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا، یا اشراق سے اس کو (عبادت) کچھ واسطہ نہیں۔ یہ ایک
مبہم اور مسلسل عمل ہے۔ چند لمحوں تک کھڑا ہونا، یا بیٹھ جانا اس کو ادا کرنے کا اسلوب نہیں۔
قرآن کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ اگر کسی معنوں میں داخل عبادت ہے، تو اس لئے کہ یہ بھی اور بیسیوں
حکموں میں خدا کا ایک حکم ہے (۱)

۹۔۔۔ پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے، اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے
رہنا ہے، یہی عبادت خدا ہے۔ صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کو رسماً عادتاً تعظیماً ادا کرلینا، یا کلمۂ شہادت
کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں (۲)

(۱۰)۔۔۔ پتھر کی رسماً پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدہ کر لینے سے کسی قوم کے عابد خدا یا عابد
ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مشرک یا موحد ہو جانے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا (۳)

(۱۱)۔۔۔ اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی، سب قولی اور اعمالی، سب
اتباعی اور غیر اتباعی، سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف ہوں۔ سب کو اعلانیہ مٹانا چاہتا
ہوں، سب مطیعوں اور مطاعوں، مریدوں اور مرادوں کو خدا کی سرزنش کا قطعی اہل سمجھتا ہوں،
اور عذاب آخرت کا مستوجب۔ (۴)

(۱۲)۔۔۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی امت اسلام کے الٰہی اور نبوی تخیل پر تیس برس
سے زیادہ قائم نہ رہ سکی (۵)

عنایت اللہ مشرقی کی اس طرح کی بہت سی گمراہ کن باتیں ہیں۔ یہاں پر صرف ایک
جھلک ہی مقصود تھی۔ اب مذکورہ بالا باطل موضوعات پر مفتی اعظم کا رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں۔
انھوں نے متعدد فتاویٰ اور مضامین کے ذریعے امت محمدیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو آگاہ

(۱) عنایت اللہ مشرقی، مشرقی : تذکرہ، ص ۹۲
(۲) " " " " : " " ۹۸
(۳) " " " " : " " ۹۹
(۴) " " " " : " " ۶۱
(۵) " " " " : " " ۱۹

فرما کر ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکال باہر کیا۔ وہ بے چارے جاہل عوام جو خوبصورت اور
حسین خواب دکھلا کر اپنے جال میں مشرقی نے پھنسایا تھا، وہ بھی ہوش میں آئے اور اپنی رکنیت
سے استعفیٰ دیا۔ حضرت مفتی اعظم مذکورہ اقوال پر ارشاد فرماتے ہیں

ان ناپاک اقوال میں بہت اقوال بدتر از ابوال وہ ہیں جو صراحتہً ہادم اساس
دین وایمان، نافی ومنافی اسلام مومنان ہیں۔ جن میں کوئی تاویل دور کی
بھی نہیں ہوسکتی۔ اس کا قائل اور قابل یقیناً کافر، قادیانی مرتد سے زائد
اکفر۔ اس کے کفر واستحقاق عذاب میں اصلاً شک وتامل کو راہ نہیں۔
والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ مسلمانوں ہی کو کافر نہیں ٹھہراتا، بلکہ خود اسلام کو
معاذاللہ کفر، اور اپنے گڑھے ہوئے خود ساختہ تخیل کو بناء عظیم اور سچی نبوت
اور انتہا علم وخبر کہتا ہے۔ جس کے مقابل ماسوا کا علم ہیچ بتاتا ہے اپنی
نبوت کا اشعار کرتا ہے۔ کفار کے صحیح معنی میں متقی اور محبوب خدا
ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اسلام ومسلمین کے کفر وکفار ہونے کا اظہار
کرتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم والعیاذ باللہ
تعالیٰ ربنا الخیر العلیم۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ (۱)

مفتی اعظم قدس سرہٗ ان لوگوں کو تنبیہہ فرماتے ہیں جنہوں نے تحریک خاکسار کی رکنیت
قبول کر لی تھی:

مشرقی کے متبعین پر اپنے اس احوال سے بھی لازم کہ وہ مسلمانوں سے خلاف
نہ ہوں، مشرقی کے ہادم اساس دین وایمان، بیخکن مسلمانان یقین کرنے میں
مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کریں، نیز اپنی یہ خاکساری چھوڑیں، اور ہر وہ بات
جو اس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں، اسے مانیں۔ (۲)

تحریک خاکسار کے اقوال جس کو انھوں نے اپنی کتاب میں درج کیا۔ اس طرح کی اور بھی

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم : فتاوی مصطفویہ ص ۱۰۲ ح اول
(۲) " " " " : " " ص ۱۱۳ ح اول

بے شمار امثال ہیں، مگر یہی ایسی گمراہیت کے اقوال ہیں کہ جن پر علماء اسلام نے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا، اور عامۂ مسلمین کو خاکساریں شامل ہونے سے منع کیا۔ عنایت اللہ مشرقی کے خلاف صرف مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی ہی نے فتویٰ جاری نہیں کیا بلکہ ممالک غیر نے بھی تکفیر کی۔ مشہور اخبار "البلاغ" (مصر) نے لکھا:

مشرقی انگریزوں کا جاسوس تھا۔ (۱)

البلاغ (مصر) کا ہی معاصر اخبار وقت (ترکی) نے کہا:

مشرقی نے انگریزوں کے اشارے پر مسلمانوں کو منتشر کرنے کے لئے خاکسار نام سے تحریک کا اجراء کیا۔ (۲)

تحریک خاکسار کے بانیین اور اس کے ہمنوا مسلمانوں کے اندر اس بات کی خوب پرزور تشہیر کرتے تھے کہ خاکسار صرف ایک سیاسی جماعت ہے' مذہبی نہیں۔ مگر مفتی اعظم بریلوی نے اس فکر کا پردہ فاش کر کے بتادیا کہ:

اس کی تحریک مذہبی تحریک ہے' جسے زبردستی یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مذہبی نہیں' اس کا انکار آفتاب کے انکار سے زیادہ بدتر ہے۔ اس کی کتابیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہ تحریک مذہبی ہے۔ اس نے ایک اسلام اور گڑھا ہے جسے رواج دینا چاہتا ہے' اور اس اسلام کو کفر ٹھہراتا ہے۔ بہت کثیر عبارات اس کی ایسی پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس وقت صرف ایک ہی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جو بات بالکل واضح کرنا چاہتا ہوں' یہ ہے کہ خاکسار تحریک خالص مذہبی تحریک ہے۔ (۳)

اللہ تعالیٰ مفتی اعظم کے مرقد انوار کو رحمت و نور سے بھردے کہ انھوں نے باطل طاغوتی طاقتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ اسلام اور شریعت مصطفویہ کی حفاظت و صیانت کے لئے ہمیشہ کمربستہ

(۱) روزنامہ البلاغ مصر، بابت ۵ جون ۱۹۲۶ء

(۲) روزنامہ وقت ترکی، بابت ۴ جولائی ۱۹۲۶ء

(۳) مصطفیٰ رضا، مفتی اعظم: فتاوی مصطفویہ ص ۱۱۹

رہے۔

اہلسنت وجماعت کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ کچھ عرصے کے بعد تحریک خاکسار کو دفن کرنے کے لئے مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک خاکساران حق کے نام سے ایک دستہ تیار کرلیا تھا اور بیلچہ ہی نشان منتخب کیا۔ خاکساران حق آج بھی الہ آباد، کانپور، اڑیسہ اور دیگر اضلاع میں قائم ہے۔ کبھی کبھی اعراس بزرگان دین کے موقع پر ایک جھلک دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ تاہم اس میں روح پھونکنے کی اشد ضرورت ہے۔

تحریک اشتراکیت

جس طرح سے ہند جدید کی تعمیر میں یورپین یا مغربی لبرل ازم اور اقلیت پسندی کا بہت زیادہ ہاتھ رہا، اسی طرح سے اشتراکیت نے بھی بیسوی صدی سے خاص طور سے ۱۹۱۷/۱۳۳۶ھ کے عظیم الشان روسی یا اشترکی انقلاب کے بعد سے ہندستانیوں کو متاثر کرنا شروع کیا۔ اور اس کا اثر قومی تحریکات پر بھی پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ بعض سیاسی رہنما کیونسٹ پارٹی سے وابستہ ہوگئے۔ بعض ہندستانی رہنما تحریک اشتراکیت سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے سیاسی اور سماجی نظریوں میں اشتراکیت کو داخل کرلیا۔

نظریۂ اشتراکیت کے فروغ کے لئے روسی حمایت یافتہ افراد نے کیونسٹ پارٹی، سوشلسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ یہ عمل ۱۹۲۲ء/۱۳۵۱ھ میں ہوا۔ ان پارٹیوں میں لوگوں کی بھیڑ کیسے ہو؟ اور اس میں لوگ کیسے شامل ہوں؟ اس کے لئے کسانوں اور مزدوروں کو تاکا گیا۔ انکی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے تحریکیں اور ایجی ٹیشن شروع کئے گئے۔ لوگ گرفتار ہوئے اور رہا ہوئے اس طرح یہ تحریک اشتراکیت عوام تک پہنچنے کے مراحل طے کرسکی۔ (۱)

تحریک اشتراکیت روس کے زبردست سیاسی رہنما اسٹالن اور لینن کے اپنے ذہنی واختراعی عمل کا دوسرا نام ہے۔ اور یہی لیڈران بانی ہیں۔ یہ مذہب مخالف تھے۔ انکو سیاسی قوت اور اقتدار حاصل کرنا تھا۔ ان کا مقصد طبقاتی کش مکش پیدا کرکے اللہ تعالیٰ کی زمین پر آباد انسانوں میں پھوٹ اور منافرت پیدا کرنا تھی، جس کے نتیجے میں سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں آجاتی۔ ان کے نزدیک حرام وحلال اور جائز کا کوئی معیار نہیں۔ ہر وہ کام حلال وجائز تصور کرتے جس سے ان کو سیاسی قوت میسر ہوسکے۔ خدا کے منکر، اور مذہب کو افیون سے تعبیر کرتے تھے۔ (۲) معاذ اللہ تعالیٰ

(۱) محمد ہاشم قدوائی، ڈاکٹر: جدید ہندستان کے سیاسی اور سماجی افکار، ص ۴۴۳، ۴۴۴ - دہلی ۱۹۸۵ء

تحریک اشتراکیت کی مذہبی پالیسی کے بارے میں ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی لکھتے ہیں:

اسے ہندستانی مسئلوں سے زیادہ سوویت یونین کے مسئلوں سے دلچسپی ہے۔ اس پارٹی کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ مذہب اور اخلاق کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی، اور چونکہ ہندستان بنیادی طور سے گہرا مذہبی ملک ہے، اور اس میں اخلاقی قدروں کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کیونسٹ پارٹی (اشتراکیت) کو ہندستان میں زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ (۱)

اشتراکیت کے علم بردار کہتے تھے کہ ہندستانیوں کو اب مذہب سے آزاد ہوجانا چاہئے۔ خواہ کوئی سا مذہب رکھتے ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب ہی بنی نوع انسان میں جھگڑوں اور تباہی کا باعث ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ زمینداری کو منسوخ کردیا جائے۔ جائیدادوں پر کاشت کاروں یا گورنمنٹ کا قبضہ ہوجائے۔ موجودہ نظام تمدن کو چاہئے کہ وہ کسی قوم و فرقے کا ہو اس طور پر جبراً کلیۃً درہم برہم کردیا جائے کہ انقلاب پیدا ہوکر موجودہ نظام حکومت فنا ہوجائے۔ (۲)

ہندستانی اشتراکیت تحریک نے مذہب مخالف نظرئے کو ترک کرکے نیا سیاسی معاشی اور سماجی نظرئے کی داغ بیل ڈالی۔ (۳) تاکہ اس عنوان سے اقتدار حاصل کرسکیں بالکل آسانی سے مذہب کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے۔ چونکہ ہندستان میں تمام مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ یہاں مذہب مخالف رہ کر کوئی کام ممکن نہیں ہے۔ مگر روس میں اشتراکیت کو سب سے بڑا خطرہ اور مقابلہ اسلام اور مسلمانوں سے تھا۔ اور یہی صورت حال برصغیر میں بھی رہی۔ یہاں بھی اسلام اور مسلمان ہی ان کے لئے خطرے کا الارم رہے۔ (۴)

اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کو دنیا میں

(۱) محمد ہاشم قدوائی، ڈاکٹر: جدید ہندستان کے سیاسی اور سماجی افکار ص ۴۵۵

(۲) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول ص ۸۵، بیسلپور ۱۳۹۶ھ

(۳) محمد ہاشم قدوائی، ڈاکٹر: جدید ہندستان کے سیاسی اور سماجی افکار ص ۴۵۵

(۴) مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی: حیات مفتی اعظم حصہ اول ص ۳۱۵

باطل کے رد کرنے کے لئے منصب رشد و ہدایت پر فائز کیا تھا۔ آپ نے اسی طرح حق بھی ادا کیا۔ قوم مسلم کو اس فتنۂ اشتراکیت کے بلاخیز طوفان سے باخبر کیا، اور مسلمانوں کو تحریک کے مہلک جراثیم سے محفوظ رکھا۔ آپ نے اسلام مذہب کو ہی انسانیت، فلاح و بہبود کا ضامن ثابت کیا، اشتراکیت و دہریت کو اباحیت سے تعبیر کیا۔

مفتی اعظم کا فتویٰ

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے تحریک اشتراکیت کے رد میں ، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں فتویٰ جاری فرمایا۔ اور تحریک کے مکروہ چہرے کو امت مسلمہ پر اجاگر کر کے بے نقاب کر دیا ذیل میں فتوی کا متن پیش کیا جا رہا ہے، افادہ عام کی خاطر پورا فتویٰ درج ہے

الجواب :۔ دہریوں اور اباحیوں کا وجود آج نہیں عرصہ دراز سے ہے۔ یہ لوگ ابلیس کے ایجنٹ، شیطان کے وکیل، شیطنت کے پروپیگنڈہ کرنے والے ہیں۔ انھیں اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں۔ جیسے ان کے پیر و استاد ابلیس لعین کو۔ ان بدعقلوں نے خطوات شیاطین کا اتباع کیا۔ ابلیس کے نقش قدم پر چلے تو دین و دیانت ہی کو بیٹھ نہ دی بلکہ عقل کو بھی، حیا و شرم و غیرت کو بھی، واقعات، محسوسات مشاہدات جن سے روزِ روشن کی طرح روشن کہ دین و مذہب کے اتباع ہی سے دینی و دنیوی ہر قسم کی ترقیاں ہوتی ہیں۔ اور جب قوم نے دین حق کی پیروی سے روگردانی کی ہے۔ وہ ہی قعر مذلت میں گری اور حضیض تنزل میں پڑی ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

یہ نمائشی آنکھیں رکھنے والے حقیقۃً حقیقی بینائی سے محروم، دل کے اندھے، اس پاگل اندھے کی طرح ہیں جو خاص دوپہر کو جبکہ آفتاب بروجہ کمال روشن و آشکارا ہو آفتاب کے وجود کا انکار کرے۔ نابینائی کے سبب اسے دیکھ نہ سکے۔ اور پاگل پن کی وجہ سے کسی اور طرح بھی، اس کے وجود کو محسوس نہ کر سکے۔ جیسے اس پاگل اندھے کے احساسات باطل ہو گئے جو آفتاب کے وجود سے انکار کرے یوں ہی ان نابیناؤں کے احساسات باطل ہیں۔ جو ایسا

بکتے ہیں۔ آج مسلمان کروڑوں ہیں، اور آج سے تیرہ سو برس پہلے کتنے تھے؟ ان نابیناؤں کی آنکھیں چیر کر ان کے کان کھول کر تاریخ ہی کے اوراق دکھاؤ سناؤ۔ جب تک مسلمان دینِ حق کی بروجہ کمال پیروی تعمیل احکام کرتے رہے، روز افزوں دن دونی رات چوگنی ترقیاں کرتے رہے۔ دین حق کی پیروی سے اس معراج ترقی پر پہنچے جہاں تک کوئی قوم نہ پہنچی۔ مسلمانوں کے خون کے پیاسے مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو سب کے دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے آئے۔ اور آج تک برابر مان رہے ہیں۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ جب سے مسلمانوں میں سستی آئی، احکام دین حق پر عمل میں تکاسل پیدا ہوا، جب ہی سے ان کی ترقیاں بند ہوئیں، نہ صرف یہ بلکہ روز بروز انحطاط و تنزل ہو رہا ہے۔ جتنی جتنی مذہب سے دوری ہوتی جا رہی ہے۔ خدا مسلمان کی آنکھیں کھولے، وہ قوم جو جاہلیت میں جہالت کا پیکر تھی، وحشت کا مجسمہ آن کی آن میں ایسی مہذب ہوئی کہ ہادی و مہذب بن گئی۔ ساری دنیا میں جس کی تہذیب کا ڈنکا بج گیا۔ بحر و بر میں جس کی اعلمیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ قوم جو کنگال تھی، لوٹ مار، اور طرح طرح کے ظلم و جفا کی خوگر، جو ڈاکو تھی اور سلطنت کی دشمن۔ انھیں دہریوں اور اباحیوں کی طرح سلطنت سے دیکھتے دیکھتے دنیا پھر بادشاہت ان کے قدموں پر نثار ہوئی، اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔ اس قوم کی خلافت سلطنت سے بہت اعلیٰ چیز ٹھہری جس سے وہ قوم نہ صرف بادشاہ بلکہ شہنشاہ تاج بخش بادشاہوں کی ہوئی۔ اس موضوع پر کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت بھی نہیں، اور فقیر کو فرصت بھی نہیں۔ جو لوگ مسلمان نام رکھ کر دہریت اور اباحیت کے حامی ہیں وہ محض نام کے مسلمان ہیں۔ در حقیقت دہریہ اباحیہ ہیں اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں مسلمان محض ان کے اسلامی ناموں کی بنا پر مسلمان نہ سمجھیں۔ محض نام یا گائے کا گوشت کھانا مسلمان نہیں بناتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس ملعون تحریک اشتراکیت سے مذہب کا کچھ نقصان نہیں، وہ اس پاگل کی طرح ہیں جو قلعے کی در و دیوار ڈھاتا جاتا ہے، اور یہ بکتا جاتا ہے کہ اس سے قلعے کو کوئی نقصان نہیں۔ حدود الٰہیہ کو توڑو دائرہ دین کو مٹاؤ اور بکے جاؤ کہ اس سے دین و مذہب کو خطرہ نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان ہی دہریوں اباحیوں کی جماعت

کا نام آج کل بولشویک ہے (۱) جو اس بولشویک تحریک کا حامی ہے اس سے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

اشتراکیت (معاذاللہ) مذہب کو افیون اور اصلاح و ترقی میں مانع تصور کرتی ہے۔ جب کہ حضرت مفتی اعظم نے دین و مذہب کو دنیوی اور دینی فلاح و بہبود کا باعث بتایا۔ آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جن دلائل کو پیش فرمایا ہے، اس کی شہادت اقوام عالم دیتی ہے جبکہ مسلمان بروجہ کمال مذہب اسلام کی پیروی کرتے تھے، تو ان کی فتح و کامرانی کا پرچم عرب، ایشیا، افریقہ، اور یورپ وغیرہ کے وسیع ترین علاقوں پر لہراتا رہا۔

مفتی اعظم قدس سرہ نے مسلمانان عالم کو بتایا کہ اسلام پر سختی سے عمل پیروی ہی تمام جہاں میں کامیابی کے درجات رکھتی ہے۔ انھوں نے اشتراکیت کے معروضات کو یکسر باطل قرار دے کر بلیغ رد فرمایا۔

عالمی ذرائع ابلاغ پر نظر رکھنے والے آج اس حقیقت کا برملا اعتراف کریں گے کہ سوویت یونین (روس) پر چلی آ رہی اشتراکی تحریک کی حکومت گزشتہ سالوں میں پاش پاش ہو گئی اور روس میں (۷) سات مسلم ممالک معرض وجود میں آئے۔ روس نے جتنا مسلمانوں کو دبایا کہ یہاں سے اسلام نام کی چیز کوئی باقی نہ رہے۔ مساجد میں تالے ڈال دئے گئے۔ خانقاہوں مساجد درس گاہوں کو بند کر دیا گیا تھا، مگر اشتراکی تحریک کی حامی گورنمنٹ کے خاتمے کے بعد پھر اسلام ایسی شان و شوکت کے ساتھ زندہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے مساجد، مقابر، خانقاہ اور درس گاہوں کو آباد کیا۔ آج روس میں سب سے طاقتور اقتصادی و معاشی بہتری کے حامل ممالک آزاد مسلم جمہوریائیں ہیں۔ تاہم یہ ماننا ہوگا کہ مغربی بنگال پر کمیونسٹ پارٹی کی گورنمنٹ کامیابی سے ہم کنار ہے۔

---

(۱) تحریک اشتراکیت کا نام ابتداءً بولشویک تھا۔ اور آج کل کی زبان میں اسی اشتراکیت کو کمیونزم اور سوشلزم کہا جاتا ہے۔ رضوی غفرلہٗ

(۲) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم : فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول ص ۸۶، ۸۷

تحریک سوراج

سوراج کے معنی یہ ہیں کہ ہندستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں ——— یا تہ تیغ کر ڈالا جائے ——— یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنا لیا جائے ——— یا اچھوت قوموں کی طرح کتّوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ (۱)

دوسرے معنی یہ ہیں کہ ملک میں اپنا راج قائم کرنا یعنی نفاذ ہندوویت ——— جبکہ ۱۹۰۵ء سے قبل آل انڈیا کانگریس نے برطانوی حکمرانوں سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ گورنمنٹ شعبوں میں ہندوؤں کو ملازمت دی جائے۔ اور ہر شعبے میں ان کی نمائندگی ضروری ہے۔ مگر ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۷ء کی مدت میں کانگریس کا رنگ بالکل بدل گیا تھا۔ اب یہ محض اس کا مطالبہ نہیں پیش کرتی تھی کہ گورنمنٹ ملازمتیں دی جائیں، یا ان کی فلاں فلاں شکایتیں دور کی جائیں، بلکہ یہ سوراج یا حکومت خود اختیاری کی طلب گار تھی۔ (۲) اس کے اندر ایک انتہا پسند بازو بھی ابھرا، جس نے اعتدال پسند لیڈروں کی پالیسیوں سے انحراف کرتے ہوئے سوراج کی حصول یابی کے لئے سخت گیر موقف اختیار کیا ——— مفتی محمد عمر نعیمی کہتے ہیں :

یہ سوراج آریہ قوم (ہندوؤں) کو جان سے زیادہ عزیز ہے ———

اور وہ اپنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ (۳)

تحریک سوراج کے بانیین میں ڈاکٹر بیسنٹ کا نام پہلا ہے، پھر مسٹر گاندھی نظر آتے ہیں۔ (۴) دونوں لیڈروں کا حقیقی مقصد ہندستان کو آزادی دلانا نہیں تھا، بلکہ اپنی ہندو احیاء پرستی

---

(۱) نعیم الدین مراد آبادی، مولانا : مجموعہ افاضات صدر الافاضل ص ۲۵۶، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور

(۲) محمد ہاشم قدوائی، ڈاکٹر : جدید ہندستان کے سیاسی اور سماجی افکار ص ۱۶، ترقی اردو بیورو دہلی ۱۹۸۸ء

(۳) نعیم الدین مراد آبادی، مولانا : افاضات صدر الافاضل ص ۲۵۶

(۴) روزنامہ عوام دہلی، ص ۵، بابت بروز بدھ ۴؍ دسمبر ۱۹۹۶ء

مقصود تھی۔ مگر احیاء ہندومت کوئی آسان کام نہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد کوئی کم نہ تھی وہ کیسے برداشت کرتے۔ اس لئے آریائی ذہن رکھنے والوں نے مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مسئلہ خلافت چھیڑ دیا، اور اس کو سلطنت عثمانیہ سے جوڑ کر مسلمانوں کی حمایت حاصل کرلی۔ اور مسٹر گاندھی کے پیچھے غیر دانشمندانہ طور پر مسلمان ہو گئے۔ ان علماء اور مسلم قائدین میں علی برادران کا عمل دخل زیادہ ہے (۱)

سوراج حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے والے نیشلسٹ لیڈروں اور مولویوں پر گرفت کرتے ہوئے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

گزشتہ زمانے میں تحریک سوراج نہایت زور شور سے چلی، اور ملک نے عاقبت بینی و دور اندیشی کو بالائے طاق رکھ کر ایک غوغا مچادیا، اور مدہوش ہو کر ایسے غیر عاقلانہ افعال کئے جن کے تلخ ثمرات اب تک اٹھانے پڑ رہے ہیں سوراج کے معنی ہندو راج تھے، اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو حکومت سے لڑانے کے لئے مورچہ پر رکھ لیا تھا۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ سے مقابلے کے لئے جو تحریک تھی اس کا نام عربی ترک موالات تجویز کر کے یہ بات گورنمنٹ کے خاطر نشین کرنی چاہی تھی کہ حکومت سے جنگ و مقاطعہ مسلمانوں کی طرف سے ہے۔ اور حکومت کے لئے جو تجویز کیا تھا وہ اپنی پرانی غیر رائج زبان کا لفظ سوراج تھا۔ یہ مطلب تھا کہ حکومت کے مستحق تو ہندو اور بھینٹ چڑھانے کے لئے مسلمان، کتنے مسلمان ان ہنگاموں میں مارے گئے۔ کتنے اپنے اختیار سے بے روزگار ہو گئے۔ ان کی معاش خراب ہو گئی۔ اور ہندوؤں نے ان کی جگہ پر قبضے جمالئے۔ طالب علموں نے اسکول چھوڑ دئے، اور پھر چلتے چلاتے ایک ہجرت کا شوشہ چھوڑ کر کتنوں کو بے خانماں کر دیا۔ اور سوراج کی بدولت مسلمانوں نے وہ ناکردنی افعال کئے کہ خدا کی پناہ۔ (۲)

محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ ص ۱۲۵ تا ۱۳۹، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۵ء

محمد عمر نعیمی، مولانا: مجموعہ افاضات صدر الافاضل ص ۶۳

تحریک سوراج کا مقصد صرف اور صرف رام راج قائم کرنا تھا۔ جو اس کے پس پشت مضمر تھا۔ مگر اللہ کے نیک بندوں پر یہ چیز واضح تھی، وہ اللہ کے نور سے دیکھ رہے تھے کہ آزادی حاصل کرنا نہیں بلکہ ہندو سلطنت قائم کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے تحریک سوراج کا تعاقب فرمایا۔ اور سوراج کے خلاف تحریک چلا کر مسلمانوں کو ان لیڈروں کی ذہنیت سے باور کرایا۔ اس سلسلے میں جماعت رضائے مصطفےٰ (۱) کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ اس وقت متحدہ ہندستان کے علماء و مشائخ کی متحدہ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ تھی۔ جماعت کے پلیٹ فارم سے اس وقت کے حالات کے پیش نظر ایک فتوی مفتی ابرارحسن حامدی تلہری نے جاری کیا۔ جس میں مسلمانوں کے لئے حکم دیا تھا کہ وہ کانگریس سے اجتناب برتیں۔ (۲) جو حقیقت پر مبنی تھا۔ کانگریس ظاہری نمائشی طور پر اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کرتی ہے۔ مگر باطنی چہرہ بالکل مکروہ اور گھناؤنا ہے۔ جس کے مطالعے کے لئے اور کسی نتیجے تک پہنچنے کے لئے وسیع مطالعہ اور عمیق نظری کی ضرورت ہے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں بنام "سوراخ در سوراج" ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں تمام حالات سیاسیہ اور کوائف سیاسیہ کا تفصیل سے ذکر فرمایا، جس کو مطبع اہل سنت و جماعت سوداگران بریلی نے شائع کیا تھا۔

تحریک سوراج کے بانیوں کی پوشیدہ ذہنیت ہندو قوم پرستی کی وجہ سے اکابر علماء حق نے بھانپ لیا۔ ذیل کے اقتباس سے مفتی اعظم قدس سرہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے خانوادہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے چشم و چراغ پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی دو بزرگوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس سلسلے میں تاج العلماء (مولانا سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی) اور

---

(۱) راقم السطور نے تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ کے نام سے اہل سنّت و جماعت کی مذہبی و سیاسی تاریخ مرتب کی ہے جس کو ۱۹۹۵ء میں رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کیا ہے۔ جو ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ رضوی غفرلہٗ

(۲) ابرارحسن تلہری، اڈیٹر: ماہنامہ یادگار رضا بریلی ص ۷، ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

شیر بیشہ اہل سنت (مولانا حشمت علی خاں) کو ایک تشویش تھی کہ آزادی کے بعد جو حکومت قائم ہوگی، اس میں کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلے ہوا کریں گے۔ اور کیونکہ ہندو اکثریت میں ہیں، لہٰذا ان کی ہی مرضی سے فیصلے ہوا کریں گے۔ کانگریس کے "سوراج" کے نعرے کو "ہندو راج" سے تعبیر کرتے ہی تھے۔ (۱)

مگر اس کا مقصد ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ علماء اہلسنت برطانوی راج کو پسند کرتے تھے امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر اکابرین اہل سنت و جماعت ہرگز برطانوی راج کو پسند نہیں کرتے تھے، انگریز کی ہر چیز سے نفرت تھی۔ ان کے تلامذہ اور خلفاء اسی نقطۂ نظر پر قائم رہے۔ فتاوی رضویہ اور دیگر کتابوں میں بے شمار مثالیں اور تحریریں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۱) جمال الدین اسلم، سید ڈاکٹر: برطانوی راج میں مذہب اور سیاست ص ۱۴۸، حرا پبلی کیشنز دہلی ۱۹۹۴ء

تحریک ترک وطن

ہمارا ملک عزیز ہندستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو سامراجی طاقتوں سے آزاد ہوا۔ اس کی جتنی خوشیاں منائی گئیں وہ شاید صرف ایک پل کے لئے تھیں، بالخصوص مسلمانوں کے لئے۔ مگر دوسرا دن آزادی کے شادیانے کو ختم کرچکا تھا۔ آزادی کی جد وجہد میں جہاں ہندوؤں نے کوشش کی، اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے بھی کی تھیں۔ "مجاہد جنگِ آزادی" جیسے ولولہ انگیز نعروں کی ایجاد مسلمانوں کی تھی۔ مگر آزادی ہندستان کے تنہا ہیرو بننے والے مسٹر گاندھی کی انتہا پسندی اس وقت اجاگر ہوئی، ان کا اصلی چہرہ، مصلحت کوشانہ طریقۂ کار مسلمانوں پر عیاں ہوچکا تھا کہ آزادی ملتے ہی اقلیت کا قتل عام ملکِ عزیز کے چپے چپے پر ہونے لگا۔ منظم اور منصوبہ بند طریقے سے مسلم اکثریتی علاقوں پر حملے ہونے لگے۔ آزادیٔ وطن کی دارالسلطنت دہلی کا عالم یہ تھا کہ گلی کوچوں میں لاشوں کو چیل کوّے کھا رہے تھے۔ مال واسباب لوٹا جا رہا تھا۔ وزارت داخلہ پوری قوت سے مسلمانوں کے خلاف صف آراء نظر آرہی تھی۔ ملک کی انتظامیہ نے فسادیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ المختصر؛ جانی، مالی اتلاف کا تو کوئی اندازہ ہی نہ کیا جاسکتا ہے۔

لیڈران قوم نے اپنی ملت کے ساتھ جو سلوک کیا وہ تو ایک طویل دفتر کا محتاج ہے تقسیم ملک کے بعد جن لوگوں کو جانا تھا وہ چلے گئے، اور جن کو رہنا تھا وہ یہیں مقیم رہے اور آج تک پاکستان نہیں گئے۔ مگر یہاں کے فرقہ پرست لوگ عام مسلمانوں کو ذمے دار ٹھہراتے ہیں۔ اور ان کو ملک بدر کرنے کی طرح طرح کی اسکیمیں چلاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے وہ مناظر اور واقعات یکسر مسترد ہوچکے ہیں کہ مسٹر گاندھی اور دیگر ہندو لیڈروں کے ساتھ مسلمان لیڈروں نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر مسلمانان ہند بڑی کشمکش کا شکار رہتے تھے، وہ کڑے امتحانی دور سے گزر رہے تھے۔ اس وقت ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا اہم فریضہ حضرت مفتی اعظم

مولانا شاہ مصطفٰے رضا بریلوی نے انجام دیا۔ انہوں نے بغیر کسی شور شرابے کے مسلمانوں کو یہیں رہنے کی تلقین فرمائی۔ اور بالکل خاموش انداز میں تحریک ترک وطن کو ختم کرادیا۔ انھوں نے کبھی بھی پاکستان جانے کی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا۔ جبکہ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان کے کونے کونے میں مریدین، معتقدین اور تلامذہ و خلفاء موجود ہیں۔

حضرت مفتی اعظم نے اس بھیانک ماحول سے مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا، جو دعاء اور تعویذ و معمولات کی شکل میں ہے۔ اس کو عام سے عام کیا گیا، اور اس کے فوائد و ثمرات بھی منظر عام پر آئے۔

دعاء اور ہدایات

حضرت مفتی اعظم کا جاری کردہ لائحہ عمل یعنی دعاء اور ہدایات من و عن درج ذیل ہیں:

مسلمانو! ـــــ تم نے وہ کیا جو نہ کرنا چاہئے تھا، اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اس دعاء کو صبح و شام باوضو ایک ایک بار پڑھو اور اس کو لکھ کر اپنے گھروں اور دوکانوں میں لگاؤ، اپنے بچوں کے گلے میں ڈالو، نمازکی پابندی کرو، انشاء اللہ تعالیٰ تمام آفات ارض و سماوی، ہر قسم کے اغیار کے حملوں سے محفوظ، ہر ظاہری و باطنی بلاؤں کا رد ہوگا اور ہر ذلت و پستی سے بچتے رہوگے۔

فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَادَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۝ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا مُحَلِّلُ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاَتْبَاعِھِمْ اَنْ یُّغِیْرَ عَلَیْنَا اَحَدٌ مِّنْھُمْ وَیُطْغِیَنِیْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ۝ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی دِیْنِیْ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ وَوُلْدِیْ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی جَمِیْعِ اَھْلِ السُّنَّۃِ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا ۝ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

اِنَّ وَلِیِّ َ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ بَابُنَا تَبَارَکَ اللّٰہُ حِیْطَانُنَا ۝ یٰسٓ سَقْفُنَا ۝ وَکَلِمَاتُ اللّٰہِ اَقْفَالُ عَلَیْنَا ۝ وَعَیْنُ اللّٰہِ نَاظِرَۃٌ اِلَیْنَا ۝ وَبِحَوْلِ اللّٰہِ لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلَیْنَا ۝ حٰمٓ عٓسٓقٓ حِمَایَتُنَا ۝ کٓھٰیٰعٓصٓ کِفَایَتُنَا ۝ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ سِرُّ الْعَرْشِ مَبْسُوْلٌ عَلَیْنَا ۝ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ ۝ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ ۝ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ ھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ قُلْ مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ وَّحَاقِدٍ وَّذَنْبٍ وَّکَلْبٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ

کفواً احد ۵ (سورہ اخلاص سات مرتبہ پڑھیں)

محیط علی کل شئ ۵ ماشاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن
اللھم ھو الحافظ ۵ اللھم ھو الغافر ۵ اللھم ھو الشافی ۵ اللھم ھو الوافی ۵
اللھم ھو الکافی ۵ اللھم ھو المجید ۵ اللھم ھو الاحد ۵ اللھم ھو الصمد ۵
اللھم یا ولی الولاء و یا کاشف الضر والبلاء و یا سامع الدعاء رد عنی البلاء
والوباء والجلاء والنجاء بحرمۃ النبی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۵
اللھم احفظ من جمیع اعدائنا اللھم احفظ من جمیع بلائنا اللھم یا شافی یا کافی
یا دافع یا رافع یا واحد یا احد یا صمد یا فرد یا وتر یا لم یلد ولم یولد ولم یکن
لہ کفواً احد ۵ یا قدوس یا سلام وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ وصحبہ اجمعین ۵ اللھم صل علی سیدنا محمد نبیک المصطفیٰ حبیبک
المجتبیٰ ورسولک المرتضیٰ وآلہ واصحابہ وذریاتہ واھل بیتہ وازواجہ
تسلیماً کثیراً کثیراً برحمتک یا ارحم الراحمین ۵ ویا حی ویا قیوم وفرد ویا
حکم ویا عدل ویا قدوس ویا ودود ویا ھادی ویا اکرم الاکرمین آمین ط

یہ دعا روزانہ صبح و شام پڑھیں۔ دعا اور مندرجہ ذیل تعویذ گلے میں ڈالیں یا بازو پر باندھیں
ہر کام و مقصد کے لئے آزمودہ اور دفع آفت و پریشانی و حفاظت دشمنی کے واسطے مجرب
ہے۔ گھر کے ہر فرد کو لکھ کر پہنائیں۔ بہت ہی نفع بخش و مفید ثابت ہوگا۔ صبح سے مراد آدھی
رات ڈھلنے سے طلوع آفتاب تک اور شام سے مراد زوال سے غروب آفتاب تک ہے۔

۷۸۶ ۹۲

۱۳۰	۹۹۶	۹۹۱	۳۹۲
۹۹۲	شافی	سلام	۹۹۵
۳۹۰	حافظ	حفیظ	۱۳۲
۹۹۷	۱۳۳	۳۸۹	۹۹۰

یا وکیل۔ یا رقیب یا سلام یا کبیر یا محیط ان ربی علی کل شئ حفیظ ۵

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین ان کل نفس لما علیھا حافظ ۵

کامیابی ہر مقصد اور حصول غلبہ و ظفر کے لئے چند تیر بہدف دعائیں:

- نماز پنجگانہ کے بعد آیۃ الکرسی شریف پڑھتے رہیں۔ رات کو سوتے وقت بہ نیت حصار مع بسم اللہ شریف رحیم کے میم کو لام الحمد سے ملاتے ہوئے پورہ سورہ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی شریف ایک بار چاروں قل شریف ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ کو سونے کو لیٹ جائیں
- بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب اور بعد نماز مغرب حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ۱۰ بار
- رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین ۱۰ بار
- رب انی مغلوب فانتصر ۱۰ بار
- سیھزم الجمع ویولون الدبر ۱۰ بار
- اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم ۱۰ بار
- بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ۳ بار
- ربنا لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک انک انت السمیع العلیم ۳ بار
- سبحان اللہ وبحمدہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان وما لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علماً ۳ بار
- اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق ۳ بار
- یا حافظ یا محیط ۳ بار
- ان ربی علی کل شئ حفیظ ۵ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین و اللہ محیط بالکافرین واللہ من ورائھم محیط بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ ۳ بار

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍۢ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

اپنی اور سب مسلمانوں کی حفاظت کی نیت کریں۔

سو بار سورۂ فاتحہ کو وقت صبح یا شب مقرر کرکے مع بسم اللہ شریف رحیم کے میم کو
الحمد سے ملاتے ہوئے۔

یا یوں کریں

بعد نماز فجر ۳۰ بار، بعد نماز ظہر ۲۵ بار، بعد نماز عصر ۲۰ بار، بعد نماز مغرب ۱۵ بار،
بعد نماز عشاء ۱۰ بار

جب پڑھیں تو اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے دعا کریں جنہیں فرصت نہ ہو وہ نماز
کے بعد ۷، بار ہی پڑھ لیا کریں اور دعا کیا کریں۔ اتنی بھی مہلت نہ پائیں تو صبح وشام
۷، بار پڑھ لیا کریں۔

فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہٗ

حضور مفتی اعظم کا مذکورہ بالا لائحہ عمل ملک کے جس جس گوشے میں پہنچا نہایت برق رفتاری
کے ساتھ اثر انداز ہوا۔ بھولی ہوئی غافل قوم یک دم خواب غفلت سے بیدار ہوئی جو لوگ
ترک وطن پر آمادہ تھے وہ لوگ رک گئے۔ مساجد میں نماز پنجوقتہ میں کافی تعداد میں لوگ آتے
لوگوں نے کوٹ اور پتلون طے کرکے رکھ دئے تھے۔ کرتا پاجامہ اور سر پہ ٹوپی کا استعمال
عام کردیا تھا۔ نمازوں کے بعد مسلمان مذکورہ بالا عمل کو پڑھتے اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو یاد
کراتے۔ مساجد میں نماز پڑھنے والوں کی اتنی زیادہ تعداد ہوگئی تھی کہ آزادی وطن سے قبل اتنے
نماز پڑھنے والے پانچوں وقتوں کی نمازوں میں نظر نہ آتے تھے۔ ہر طرف اسلامی ماحول نظر
آتا تھا۔ لوگ اللہ اللہ کرتے نظر آتے۔ لوگوں نے ریڈیو اور اخبارات پڑھنا عموماً ترک کردیا تھا
جو اخبار بین تھے، وہ بہت ہی مختصر اخبار پڑھ لیتے۔ زیادہ وقت عمل مذکورہ کو پڑھنے ہی میں
صرف ہوتا مسلمانوں میں عجیب قسم کا جوش وخروش پیدا ہوگیا تھا۔ وہ دنیا کے تمام

سہاروں سے بے نیاز ہوکر صرف اللہ عزوجل اور اس کے محبوب حضور پرنور سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کے طالب ہوگئے تھے۔ مسلمانوں میں مذہبی ماحول بن جانے کے باعث
اخوت اسلامی کا وافر جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ اگر کہیں کہیں مقام پر کوئی ہنگامہ ہوتا تو دوسرے محلے
اور مقام کے لوگ اپنے بھائیوں کی حفاظت کے لئے پہنچ جاتے۔ اس سے قبل یہ حال تھا کہ اگر
کہیں بلوہ ہوتا تو مسلمان خبر سن کر اپنے گھروں میں بند ہوجاتے تھے۔ لیکن اب ان کی حالت
تبدیل ہوچکی تھی۔ وہ اللہ پر اعتماد وبھروسہ کرکے حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ اپنے اندر
پیدا کرچکے تھے۔ ترک وطن کی ہوا جو انتہائی تیز چل رہی تھی، اب مدھم ہوچکی تھی (۱)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا مذکورہ عمل جس طرح سے کل امت مسلمہ کے لئے سودمند
تھا، اسی طرح آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔ اسلامیان ہند آج ہر طرف سے
سازش کا شکار ہیں۔ ان سازشی منصوبے کو ناکام بنانے کے لئے اس دعا کو زیادہ سے زیادہ
عام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ مسلمان اس پر عمل پیرا ہوکر اپنی جان، مال، عزت وآبرو
کی حفاظت کرسکیں۔

ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف کی توہین وتذلیل روا رکھیں۔(۱)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی خدمت عالیہ میں ایک استفتاء پیش ہوا جس میں یہ معلوم کیا گیا تھا کہ "قربانی کرنا صاحب نصاب پر واجب ہے یا نہیں؟ ـــــ اگر زید عمر سے یہ کہے کہ اس وقت تم قربانی نہ کرو، اور یہی قربانی کا روپیہ خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ وموپلا فنڈ میں دے دو، اور قربانی گاؤ ناجائز ہے ـــــ کیونکہ امیر افغانستان وعلماء افغان نے اس پر فتاویٰ دئے ہیں۔ اب قول زید شرعاً کیسا ہے"؟ ـــــ مفتی اعظم نے جواب عنایت فرمایا:

قربانی ہر آزاد مسلمان، صاحب نصاب پر ایام اضحیٰ میں کسی دن کرنا واجب ہے، یا سنتِ مؤکدہ ـــــ وجوب امام اعظم وامام محمد وامام زفر وحسن کا قول ہے۔ اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے کہ واجب ہے..... خیر اگر سنت ہی رکھیں تو بھی ترک کرنا اور کرانا سخت گناہ اور اصرار سے فسق اور پناہ بخدا مستحق عذاب نار ومصداق من ترک سنتی لم ینل شفاعتی ہونا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے عمداً میری سنت ترک کی، وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔ اعاذنا اللہ من ترکھا ورزقنا شفاعۃ حبیبہ المصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء۔(۲)

مفتی اعظم ان کے مضمر عزائم کو پرکھ چکے تھے، انھوں نے اپنی دوربین نگاہ سے دیکھ لیا تھا کہ یہ اسلام اور شعائر اسلام سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ خلافت والوں کا یہ کہنا کہ قربانی گاؤ کی رقم خلافت کمیٹی کو دیدو یہ حربہ صرف حصول زر کے لئے ہے۔ تاکہ اسلام کے نام پر ہم اپنا تاج محل تو تعمیر کر ہی لیں

---

(۱) احمد رضا، امام: رسائل رضویہ ج ۲، ص ۲۱۸، ۲۱۹، م: مکتبہ حامدیہ لاہور

(۲) مصطفےٰ رضا، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد ص ۵۷

چاہے شعار اسلام کو مٹا دیا جائے (معاذ اللہ) ـــــ مفتی اعظم رقم طراز ہیں:

قربانی اراقۃ دم ہے۔ وہ روپیہ فقرا کو یا کمیٹیوں وغیرہ میں دینے سے ادا نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملاً لا اعتقاد ـــــ یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور بے ذبح کئے تصدق کر دیا جائے قربانی ادا نہ ہوئی، واجب ذمہ پر رہا۔ اور اگر ذبح کرکے سب اپنے صرف میں لے آیا، فقرا کو کچھ نہ دیا قربانی ہوگئی۔ واجب سر سے اتر گیا ـــــ(۱)

سیاسی لیڈروں کا کہنا تھا کہ قربانی نہ کرو، بلکہ "اس کی رقم خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ میں دے دو" ـــــ اور اس کی بھی تشہیر کی جارہی تھی کہ "قربانی ناجائز ہے"۔

حضرت مولانا نے ایسے کلمات کہنے والے پر شرعی حد قائم فرمائی ہے:

زید پر توبہ فرض ہے، اس نے چار گناہ عظیم کئے ـــــ (۱) نہی عن المنکر ـــــ (۲) امر منکر ـــــ (۳) بے علم کے فتویٰ دے دیا ـــــ (۴) نئی شریعت گڑھی اور شرع مقدس پر افترا کیا، اور بحکم حدیث لعنت ملائکہ سمٰوات وارض کو اوڑھا ـــــ(۲)

قربانی گاؤ کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل یہ تھی کہ امیر افغانستان وعلماء ومفتیان افغانستان نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے کہ "قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے" ـــــ

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ زمانے کے حالات اور نزاکتوں سے باخبر رہے۔ یہ بات مفتی اعظم میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، ان کو معلوم تھا کہ تحریک گاؤکشی کے داعین شعائر اللہ کو مٹانا چاہتے ہیں۔ جس فتویٰ کو وہ لوگ دلیل میں پیش کرتے تھے، اس کا حال یہ تھا ـــــ مفتی اعظم حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہیں:

اولاً: وہ جو امیر (افغانستان کا فتویٰ) صاحب کی طرف منسوب

---

(۱) مصطفےٰ رضا، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۵۷

(۲) " " " " " ص ۵۸

اشتہار شاہجہان پور کے کسی ہندو نے طبع کرایا ہے۔ وہ ہرگز امیر صاحب کا نہیں۔ ان پر اور وہاں کے علماء پر محض افترا، اور عظیم بہتان ہے جبکہ قرآن عظیم میں صاف ارشاد ہے: ان اللہ یامرکم ان تذبحو بقرۃ۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو ——— اس سے عامہ مسلمین آگاہ ہیں۔ کوئی ایسا ہی جاہل ہوگا جسے اس کا علم نہ ہوگا۔ پھر سنت سے ثابت کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی گاؤ فرمائی تو ایک ایسے امر کو جو قرآن سے ثابت، حدیث سے ثابت۔ جائز ہی نہیں بلکہ مسنون، اسے امیر صاحب ایدھم اللہ نصرھم اور علماء کیسے ناجائز فرما سکتے ہیں۔

ثانیاً: بفرض غلط وہ امیر صاحب ہی کا سہی جب بھی حجت شرعیہ نہیں۔ مااحل اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حلال فرمایا، وہ حلال ہے۔ اور جسے انھوں نے حرام فرمایا، وہ حرام ہے ——— قولِ زید بدتر از بول ہے۔ اور اس پر عمل حرام، حرام حرام۔ قربانی گاؤ شعائر اللہ ہے۔ قال تعالیٰ والبد جعلنالکم من شعائر اللہ ——— (۱)

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کی شخصیت ایک فعال اور متحرک تھی، آپ کی دوررس نگاہیں سوال کے تیور کو دیکھ کر بھانپ لیتی تھیں۔ آپ نے تحریک گاؤکشی کے زمانے میں جو کچھ فرمایا اور لکھا، بعد کے تاریخی حقائق و شواہد نے سب سچ کر دکھایا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ کتنی ہی آندھیوں کے بادل چھائے، گھٹا ٹوپ آندھیاں چلیں، ہواؤں کے تھپیڑوں میں بہت سے بہہ گئے مگر واحد ذات تھی، مفتی اعظم کی جس نے اعلیٰ حضرت کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۵۸ - ۵۹

شوال المکرم ۱۲۹۸ھ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اسی مسئلہ گاؤکشی پر ایک تفصیلی کتاب تحریر فرمائی جس کا نام انفس الفکر فی قربان البقر (مطبوعہ اہلسنت و جماعت پریس بریلی) تجویز ہوا ——— انفس الفکر پر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منقسم ہندستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق ہے، اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسروں کی خوشنودی کے لئے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بالآخر سب نے اس حق کو تسلیم کیا، اور آج بھی ہندستان میں مسلمان اپنے مذہبی شعائر پر عمل پیرا ہیں ——— (۱)

مفتی اعظم نے "انفس الفکر" پر تصدیق کرتے ہوئے شریعت مطہرہ کا حکم تو بتایا ہی، مگر زرعی اور تجارتی نقطۂ نظر سے بھی آگاہی دی کہ گائے کی قربانی نہ کرنے میں ملکی اقتصادی اور مالی حالت کتنی خستہ ہو سکتی ہے ——— رقم طراز ہیں:

جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے، اسے قدرت زیادہ پیدا فرماتی ہے۔ گاؤکشی بند ہونے سے زراعت کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ سوا اس کے کہ کھیت میں پڑکر تیار کھیت کو کھا جانے والے اب دس ہیں تو جب سو ہوں گے۔ ہاں گوشت کو نقصان عظیم پہنچے گا، مسلمان اور عیسائی بلکہ ہنود کی بعض اقوام بھی طبعی طور پر غذائے گوشت کے عادی ہیں۔ اسے بند کر کے صرف دال ساگ پر انھیں قانع کرنا ضرور ان کی عافیت میں خلل انداز ہوگا۔ اور ہرگز ان کی صحت جسمانی ٹھیک نہیں رہ سکتی، اور اس کے سوا عام حاجتوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ (۲)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے مذکورہ تصدیق اس وقت فرمائی تھی جب آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ برس کی تھی۔ ۱۸ برس کی عمر میں آپ نے وہ فراست و ذہانت

(۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر: آئینہ رضویات ص ۱۶۶، م، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ

(۲) احمد رضا بریلوی، امام: انفس الفکر فی قربان البقر ص ۲۰، م، مطبع اہلسنت و جماعت بریلی (التصدیق)

پائی تھی جس کی تصدیق اس بات سے ہو سکتی ہے کہ آپ اس وقت معتمد مفتیوں میں شمار ہوتے تھے۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اپنے فتاوی پر تصدیق کرواتے تھے۔

تحریکِ جہاد

اسلامی فرائض میں جہاد اہم ترین فریضہ ہے۔ لیکن یہ اسی وقت فرض ہوگا جب اس کے شرائط پائے جائیں۔ اس کے اہم شرائط میں سے سلطان اسلام اور قوت کا موجود ہونا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فرمایا تھا:

مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں
—— لہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں —— (۱)

آگے چل کر امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی ترجمانی آپ کے فرزند اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نے کی۔ ان کی خدمت عالیہ میں ایک استفتاء پیش ہوا۔ آپ نے اسکے جواب میں تفصیلی فتویٰ صادر فرمایا۔ جواب کے دو رخ ہیں، پہلا اجمالی، دوسرا تفصیلی، اور جو اجمالی تحریر ہوا ہے اس کو مزید تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے، تاکہ مسئلہ جہاد کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

۱ —— حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں، ان کی شریعت آسان ہے، وہ پاک ہے، اس سے کہ حکم دے اس چیز کا جو فوق طاقت و قوت بشر، اور انسانی وسعت سے باہر ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے: **لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔**

۲ —— شریعت اس سے منزہ ہے کہ بے فائدہ و عبث امر کا حکم فرمائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین ھذا کلہ ما افادہ امامنا مجدد المائۃ الحاضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔**

۳ —— جان کی حفاظت اہم فرائض سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔**

۴ —— فتنہ و فساد سخت شنیع ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **من قاتل لا تفسدوا**

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش ص ۱۰۸، م: مکتبہ رضویہ لاہور

فی الارض۔

۵ ـــ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یوں ہی ہر بات کہنے کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ بے موقع و محل بات کہنا لوگوں کو ہنسنے کا موقع دینا ہے ـــ (۱)

تحریک جہاد کا نعرہ مسٹر گاندھی اور ان کے ہمنواؤں نے یہ باور کر کے لگایا تھا کہ "ہم ملک کو آزاد کرائیں گے، آزادی ملک ہمارا نصب العین ہے۔ چاہے مال کے ذریعے ہو یا جان کے ذریعے" ـــ مسلمان چونکہ جذباتی واقع ہوا ہے۔ اس نے فوراً نعرۂ جہاد کو قبول کر لیا، اور یہ کہا گیا کہ یہ جہاد انگریزوں کے خلاف ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف تھی، گاندھی کا مقصد وحید یہ تھا کہ بے دست و پا مسلمانوں کو آگ کے گڑھے میں جھونک دیا جائے۔ ان کے پاس ہے ہی کیا۔ اور جو کچھ ہے وہ جہاد کی نظر ہو جائے تاکہ یہ مسلمان قوم کبھی ابھر نہ سکے۔ امام احمد رضا قدس سرہ پہلے ہی اپنی فراستِ ایمانی سے معلوم کر چکے تھے، امام موصوف اور آپ کے شہزادے مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی جہاد کے خلاف نہیں تھے۔ مگر ایسی بے سروسامانی، بے دست و پا، مفلسی اور تنگدستی جیسی حالت دیکھ کر تحریک جہاد کی مخالفت کی۔ چونکہ شرائط جہاد نہیں پائے جاتے تھے۔ مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

جو حکم انسانی قوت و طاقت بشری، وسعت و استطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکم شریعت مطہرہ نہیں...... جس حکم میں بلا قاعدہ اتلافِ جان و اہلاک نفس ہو، وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں۔ یوہیں جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں، فساد برپا ہوں، وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہو سکتا۔ اب یہ خود دیکھ لیں یہاں اس وقت حکم جہاد میں تکلیف ما لا یطاق ہے یا نہیں؟ ـــ اس میں کوئی فائدہ ہے یا سراسر مضرت؟ ـــ جانوں کی بے وجہ ہلاکت یا حفاظت؟ ـــ فتنہ و فساد کی اشارت ہے یا اقامت؟ ـــ اس میں مسلمانوں کی عزت

(۱) مصطفےٰ رضا، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۲۸، ۲۹، م: جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی

ہے یا ذلت؟ ـــ یہ حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر؟ ـــ ان امور پر غور کر لینے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا، اصلاً خفا نہ ہوگا کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں، لڑنے کا حکم دینا سختی نہیں؟ ـــ اور تکلیف فوق الوسعت نہیں؟ ـــ کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے اٹھانا نہیں جانتے، جن کے وہم میں بھی کبھی نہیں گزرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے، تلوار کیونکر بھانتے، مارتے، طمنچہ کیسے چلاتے ہیں۔ جنھوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے، لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے ہوں، انہیں توپوں کے سامنے کر دینا کچھ زیادتی نہیں؟ ـــ کیا ایسوں سے میدان کرانا، اور ان کی جانیں عفت گنوانا عبث نہیں؟ ـــ کیا یہ فتنہ و فساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز، اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں؟ ـــ اس سے بڑھ کر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا؟ ـــ (۱)

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہ جہاد کے جذبے کو پژمردہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حکم شرع بیان کی، اس میں نہ انگریز کی طرف داری مقصود تھی اور نہ ہی چاپلوسی و خوشامد ـــ وہ تو اس سے سخت مخالف تھے۔ ان کے در دولت پر بڑے بڑے سربراہانِ ممالک آئے مگر ملاقات تک بھی نہ کی۔ اور وہ بغیر ملاقات کئے واپس چلے گئے، چہ جائے کہ انگریز کی خوشامد کرتے۔

تحریک جہاد کا رد کرتے ہوئے شرع مطہرہ کو واضح انداز میں بیان فرماتے ہیں:

یہاں کے نہتے بے سر دھرے جنگ سے ناواقف مسلمان، ان پر خود سلطان اسلام جس کے پاس سامان حرب بھی ہو، اور باقاعدہ فوج بھی۔ وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں۔ یہ فوج و سامان انھیں کافی نہ ہوگا تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے ـــ (۲)

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۲۰، ۳۰

(۲) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۳۱

آگے چل کر دوسری جگہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

خود اس گاندھی امت کے لیڈر اعظم مولوی عبدالباری کو مسلّم ہے ــــ کہ یہ وقت 'وقت جہاد' نہیں۔ اور یہ کہ وہ نامفید، اور بے ضرورت اہلاک نفس ہے ــــ (۱)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی اپنے رسالہ "ہجرت" میں لکھتے ہیں :

میں کشت و خون کو خصوصاً مجتمع حملے کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں، کیونکہ اس کے اسباب مجتمع ہیں ــــ اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلا ضرورت جائز نہیں۔ قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہمیں عذر ہے ــــ (۲)

مسئلہ جہاد میں مفتی اعظم، اور مولانا فرنگی محلی کا موقف گویا کہ ایک ہی تھا۔ مگر مولانا فرنگی محلی عملاً مسٹر گاندھی کی بات سے متفق تھے۔ مفتی اعظم بریلوی کی دور اندیشی کہ آپ نے کہیں بھی حرام یا ناجائز، گناہ نہیں فرمایا، بلکہ جہاد نہ کرنے کی علتیں، وجوہات بیان کردیں۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حرام اور ناجائز کہنے سے قوم مسلم میں جذبہ جہاد کہیں سرد نہ پڑجائے، جوش اسلامی بہر حال باقی رکھنا ہی ہے۔

مسٹر گاندھی کے مشوروں سے مسلمان لیڈروں نے قرآن و حدیث کے حوالے سے "جہاد جہاد" کا نعرہ دیا، تاکہ مسلمان قریب سے قریب تر ہوجائیں۔ ایک طرف گاندھی نے اخبارات میں شائع کرنا شروع کردیا کہ "میرا مذہب کشت و خون کو روا نہیں رکھتا"۔ تو دوسری طرف انگریزوں کو مرعوب کرنے کے لئے یہ پالیسی اپنائی کہ ہر لحظہ جہاد پکارتے رہو ــــ مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی دو ٹوک انداز میں فرماتے ہیں :

اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین گاندھی بد دین

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدی والارشاد ص ۳۲
(۲) عبدالباری فرنگی محلی، مولانا: رسالہ ہجرت بحوالہ طرق الہدی ص ۳۳

کا حکم ہے، جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچائے۔ مسلمانوں کے خانماں برباد کرائے، ان کی بیش بہا جائدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے۔ سب کے کوڑے کرائے، غریب مسلمانوں میں اتنا روپیہ کہاں تھا، یوں اپنے ہندو بھائیوں کو دلوائے، یوہیں یہ مسئلہ جہاد نکال کر اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو جن کی روح بالکل فنا ہوچکی ہے، کچھ یوہیں سی رمق باقی ہے۔ یہ بھی کیوں رہ جائے، بالکل تباہ کرائے ــــ (۱)

مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے ہر اس تحریک کا رد کیا، جو اسلامی اصولوں اور بنیادوں سے ہٹ کر چلی، جس نے چاہا کہ ہم اسلامی نام لے کر اسلام کی بنیادوں کو ہلادیں تو فوراً مفتی اعظم اٹھے، اور آپ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ــــ تنبیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں :

کاش تم اب بھی سنبھلو ــــ اور ان گندم نما جو فروشوں سے بھاگو ــــ ان کی تو دلی خواہش ہے کہ تم مشقت میں پڑو ــــ قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر قد بينا لكم الآيٰت ان كنتم تعقلون ــــ (۲)

مفتی اعظم فتوی کے آخر میں لکھتے ہیں :

خدا کے لئے ہماری اس یاد دہانی سے فائدہ اٹھائیے ــــ اور خلق خدا کو راہ راست پر لائیے ــــ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔ اور اب آپ اپنا فرض ادا کیجئے ــــ (۳)

مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کے دل میں اسلام کا درد اور مسلمانوں کے مستقبل کی فکر تھی۔ ان کی سوچ ہر وقت مسلمانوں کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے تھی۔ وہ ہر ہر موڑ پر اپنی

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی : مولانا: طرق الہدی والارشاد ص ۴۱
(۲) " " " " " " ۴۲
(۳) " " " " " " ۴۴

قوم کی صحیح رہنمائی کرتے رہے۔ اور بڑے سے بڑے تباہی و بربادی کے دہانے میں جانے سے پہلے قیادت فرمائی۔ آپ قائد کی اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اصل میں قائد وہی ہوتا ہے جو ہر وقت اپنی قوم کی فکر میں لگا رہے۔ اسلام اور مسلمین کی حفاظت و صیانت ایمان کے تحفظ و بقا کی خاطر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے کیا کیا جتن نہ کئے ——— تبلیغ دین میں قدم نکل گئے تو مہینوں گھر والوں کو چھوڑ دیا۔ قلم چلا تو چلتا چلا گیا۔ زبان گویا ہوئی تو باطل و مضر تحریکوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ بلاشبہ وہ امام وقت اور رہبر و رہنما تھے۔

تحریکِ خلافت

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اپنے وقت کے سیاسی بصیرت کے مالک اور دور اندیش تھے۔ ان کی نگاہیں تحریک کے خدوخال اور عواقب پر بھی رہتی تھیں۔ انھوں نے ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر ہونے سے بچالیا انھیں کے تربیت یافتہ اور فرزند اصغر مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہ سیاسی اور ملی معاملات میں اعتدال پسندی، تدبر و تحمل، سلامت روی، غور و فکر کے قائل تھے۔ ان کے سیاسی افکار کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ کافی ہوگا۔

(۱) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد (۱۳۴۱ھ)

(۲) فصل الخلافۃ یعنی سوراخ در سوراج (۱۳۴۱ھ)

(۳) الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۳ جلدیں ۱۳۳۹ھ)

(۴) دوام العیش فی ائمۃ من القریش پر مقدمہ (۱۳۳۴ھ)

(۵) فتاویٰ مصطفویہ (۳ جلدیں) کے بعض فتاویٰ

۱۹۱۹ء میں مسئلہ خلافت پیش آیا۔ امام احمد رضا بریلوی کو شرعی بنیادوں پر اس سے اختلاف تھا۔ جس کا تفصیلی ذکر دوام العیش میں موجود ہے۔ امام احمد رضا نے ایک استفتاد کے جواب میں خلافت پر محققانہ بحث کی، اور اپنا موقف پیش کیا چونکہ اس جواب کی اشاعت سے انگریزوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا تھا، اس لئے اسکو شائع نہیں فرمایا۔ چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء میں امام احمد رضا کے انتقال کے بعد حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے اپنے وقیع مقدمے کے ساتھ شائع فرمادیا۔ حضرت مفتی اعظم سے بعد میں کچھ سوالات کئے گئے جس کا تفصیلی جواب طرق الہدیٰ والارشاد کے نام سے دیا ہے۔ اور وہی موقف اپنایا جو امام احمد رضا بریلوی کا تھا۔

اور بعد میں وہی ہوا جو امام احمد رضا نے ۲ سال قبل اندیشوں کا اظہار فرمایا تھا۔

تحریک خلافت کے روح رواں مسٹر گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر تھے۔ مفتی اعظم نے خلیفہ کے لئے شرط "قرشیت" قرار دی اور یوں تعریف تحریر فرمائی:

> خلافت کا مستحق وہ ہے جو ساتوں شرط خلافت کا جامع ہو یعنی مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلم ہو، حر ہو، قادر ہو، قرشی ہو۔ یہ ساتوں شرطیں ایسی ضروری ہیں کہ ان میں اگر ایک بھی کم ہوگی، خلافت صحیح نہ ہوگی۔ (۱)

لیکن مولانا آزاد، مولانا فرنگی محلی شرط قرشیت کو لازمی قرار نہیں دیتے تھے۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ایک خطبے اور مولانا آزاد کے رسالہ جزیرۃ العرب کے بارے میں بعض استفسارات آئے۔ جس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے رسالہ دوام العیش تحریر فرمایا۔ اور ایک مقدمہ اور تین فصلوں پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کے بحث سوم شروع کی تھی کہ دوسرے اہم کاموں میں مشغول ہوگئے۔ پھر دوسرے ہی سال ۱۹۲۱ء میں انتقال کر گئے۔ بعدہٗ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء کو یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا۔ جبکہ خود ترکوں کے ہاتھوں خلافت کا دامن تارتار ہو چکا تھا۔ اور ہندستان میں مسٹر گاندھی نے بڑی چابک دستی سے ایک دوسرا بہانہ بناکر تحریک ترک موالات ختم کردی تھی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کی اساس تھی، جس کو مسٹر گاندھی نے اپنے سیاسی اغراض ومقاصد کے تحت شروع کیا تھا۔ مولانا آزاد اور مولانا فرنگی محلی نے سیاسی مصالح کی بناپر شرعی حدود سے تجاوز کر کے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا تھا۔ حضرت مفتی اعظم اور مصطفےٰ کمال پاشا بھی خلیفہ شرعی نہیں مانتے تھے۔ اس مسئلے میں دونوں کا موقف ایک تھا۔ اخبار ہمدم لکھنؤ لکھتا ہے:

> جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں سلطان معظم (عبدالحمید) کو معزول کر دیا ہے۔ اور ظاہر کر دیا ہے کہ

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا، طرق الہدیٰ والارشاد ص ۴۶

> اب ترکی میں حکومت کی صورت جمہوریہ کے ہم معنی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے بجائے دولت ترکیہ جمہوریہ کا اعلان جمیعت عالیہ نے سلطان کی معزولی کے فیصلے کا اعلان کر دیا ہے۔ انگورہ نے قانون پاس کر دیا، جس سے حکومت سلطانی معدوم ہوجائے گی۔ (۱)

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اگر سلطان معظم خلیفہ شرعی ہوتے کوئی انھیں معزول کرسکتا تھا؟ ——— شرعاً بلاوجہ شرعی اس کا کسے اختیار تھا جو ان کے ملک پر یوں قبضہ کرنا چاہتا، ان کے ساتھ ایسے معاملات برتنے سے خود باغی اور واجب القتل ٹھہرتا۔ (۲)

حضرت مفتی اعظم سچائی، جرأت، تدبر و فراست کے ساتھ حقانیت، انسانیت سے محبت اور جدوجہد میں پامردی کا مجسمہ تھے۔ انھوں نے وہ بات کہی جو کچھ دنوں کے بعد خود سچ ہو کر منظر عام پر آگئی۔ مفتی اعظم قدس سرہ کا اختلاف کوئی ذاتی نہیں تھا۔ وہ تو چاہتے تھے کہ شریعت کی پامالی نہ ہو، حدود شرع میں رہ کر کام کیا جائے۔ فرامین مصطفوی کی پاسداری رہے۔ قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے، اور خصوصیت کے ساتھ یہ کہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی جائے۔ ان کو کسی دھوکے میں نہ ڈالا جائے۔ چونکہ مسلمان ایک سادہ لوح قوم ہے۔ اس کی سادگی کی تختی پر جو چاہو لکھ دو۔ وہ اس کا وظیفہ پڑھتی رہے گی۔ مفتی اعظم سیاسی داؤں پیچ میں شریعت اسلامیہ کے انضمام کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمان جذباتی واقع ہوا، اس لئے اہل سیاست نے انھیں کو تاکا۔ پہلے پہل یہ باور کرایا گیا کہ سلطنت ترکیہ، خلافت اسلامیہ ہے۔ اور سلطان ترکی خلیفہ اسلام اور حفاظت خلافت کے لئے جان دینا فرض عین ہے۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان کھڑا ہوگیا۔ جذبات کا وہ سیلاب آیا کہ عقل و دانش کا پتہ نہ ملا،

(۱) اخبار ہمدم لکھنؤ: بابت ۷، نومبر ۱۹۲۲ء

(۲) احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش ص ۵

بہت سے نیک دل علماء بھی اس میں شریک ہوگئے۔ جبکہ وہ سیاست کے نشیب و فراز سے بے خبر اور سیدھے سادھے مسلمان تھے۔

جہاں دیدہ سیاست دانوں نے جب مسلمانوں کو جذبات کی آگ میں ڈھکیل دیا۔ تو چند ہی ماہ بعد ایک نیا قدم اٹھایا اور ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کی ایما سے تحریکِ ترکِ موالات کا آغاز کیا۔ اور اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے وہ کافر ہے، تیغ تکفیر کو سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس تحریک کے اہم لیڈر خود ہندو تھے۔ اور مسلمان ہندوؤں کی قیادت کو دل وجان اور بسر و چشم مانتا جانتا رہا۔ مگر ۱۹۲۲ء میں مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی کو معزول کرکے ہندستانی سیاست کا پردہ چاک کر دیا۔ اب دیکھئے کہ مسلمان لیڈروں نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ خصوصاً مولانا فرنگی محلی اور مسٹر آزاد جو گاندھی کے قول وفعل کو قرآن وحدیث سے تعبیر کرتے تھے۔ (معاذاللہ) بقول حضرت مفتی اعظم:

> لیڈران الٹے چلے کہ جو حرام تھا اسے فرض بنایا، اور جو فرض تھا اسے اپنے چہیتے اپنے پیارے ہندوؤں کے سا حرام کیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ گاندھی کو اپنا امام وپیشوا اور رہنما جانتہ ہ، بلکہ نبی بالفعل مانتے کہ اسے مذکر مبعوث من اللہ کہتے، ار عمرق آ و حدیث قربان ونثار کرتے ہیں۔ صاف صاف لکھے۔
>
> (گاندھی) اپنا رہنما بنالیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں .....
>
> لہٰذا گاندھی کے اقوال واحکام پر سر منڈاتے اور احکام اسلام کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ اس کے مخالفت اسلام اقوال کو قرآن و حدیث کا جامہ پہناتے ہیں، جو کچھ وہ کہتا ہے، یہ کرتے ہیں۔ (۱)

کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وہ کبھی بھی ہندو کو وہ مقام نہیں دے گا جو مولانا فرنگی محلی اور مولانا آزاد نے دیا ہے۔ افسوس و

---

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۲۲، ۲۳

حیرت کا مقام ہے کہ چند سکوں کی بدولت قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیا (عیاذ باللہ تعالیٰ) ان کی اس حیرت انگیز بات کو حضرت مفتی اعظم جیسی حق گو شخصیت کیسے برداشت کر لیتی۔ فوراً قلم حرکت میں آگیا۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کر دیا۔ یہی سمجھ کر کہ عبدالحمید خاں خلیفہ نہیں بادشاہ ہیں۔ اور اس سے مفتی اعظم کے نظریئے کی تائید ہوتی ہے اخبار ہمدم لکھنؤ کی اطلاع کے مطابق یہ حقائق سامنے آتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ جمیعت عالیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان کو معزول کر دیا۔ (۱)

(۲)۔۔۔ انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومت سلطانی معدوم ہوجائیگی۔ (۲)

(۳)۔۔۔ جمیعت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا ہے۔ اور بلالحاظ ورعایت خاندان عثمانیہ فرماں روائے قوم منتخب کرنے کا حق "جمیعت ملیہ" نے اپنے لئے محفوظ رکھا ہے۔ (۳)

اس انقلاب اور ان اخباری اطلاعات پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی اعظم رقمطراز ہیں:

> آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصرھم اللہ نصراً عزیزاً سلطان معظم خلد اللہ تعالیٰ ملکھم سلطنہ کو خلیفۂ شرعی نہیں جانتے۔ (۴)

تاریخی حقائق وشواہد کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام احمد رضا بریلوی اور حضرت

---

(۱) روزنامہ اخبار ہمدم لکھنؤ: بابت ۷، نومبر ۱۹۲۲ء

(۲) " " " " :

(۳) " " " " :

(۴) احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش فی الائمۃ من القریش ص: ۳

مفتی اعظم کے خیالات و افکار میں وزن معلوم ہوتا ہے۔ جب جذباتیت کے بادل چھٹ گئے اور اعتدال کی ہوا چلی تو بات سمجھ میں آنے لگی۔ مفتی اعظم اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگرچہ چہرۂ پرنور ماہتاب صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشتناک تیرگیاں چھائیں، اور روئے آفتاب حق پر باطل کی بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی ڈراونی بدلیاں آئیں۔ مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالیٰ مطمئن تھے۔ ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے، جو دم میں ہوا ہے۔ آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ دن آ ہی گیا۔ وہ تیرگی اور تاریکی کافور ہوگئی، اور حق کا جگمگاتا، چمکتا، دمکتا پرنور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا۔ اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے باطل وہ تھا۔ (۱)

یہ کلمات ایک عارف باللہ کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں، جن کو حقائق کی بنیاد پر تولا اور پرکھا جاسکتا ہے۔ اور کھوٹے وکھرے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امن اور عدم تشدد کے خیالی حامی مسٹر گاندھی نے وقتی اشتعال سے خوب فائدہ اٹھایا وہ اپنی فریب کاری سے تحریک خلافت کے لیڈر بن گئے۔ مسلم لیڈروں نے ان کے فریب میں آکر وہ وہ ناکردنی کام کئے کہ اسلامی سوچ وفکر رکھنے والے علماء تڑپ اٹھے (جس کی تفصیل اوپر گزری)

مسٹر گاندھی کو جو کٹر ہندو تھے، وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے تھے۔ ان کو مسلمانوں کے مسائل اور مقاصد سے کیا ہمدردی ہوسکتی تھی۔ (۲) اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی دو ٹوک الفاظ میں رقم طراز ہیں:

---

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش ص ۳

(۲) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۲۴۲

وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے۔ یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا؟—— کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار سے چھڑا دیں گے۔ (۱)

علماء اہلسنت وجماعت اور اکابرین ملت نے مسٹر گاندھی کا پیش رو بننے سے انکار کردیا تھا، اگرچہ وہ خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کا نام ہی کیوں نہ لیتا ہو۔ وہ کسی صورت میں بھی اسے اپنا امام بنانے پر تیار نہ ہوئے۔

خلافت کا نعرہ اس لئے لگایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے جذبات کا استحصال کیا جائے، اور ان سے مطلب براری، چندہ اور حصول زر میں کامیابی حاصل ہو۔ مگر دوسری طرف امام احمد رضا بریلوی اور حضرت مفتیٔ اعظم نے ان کے چھپے عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ مفتی اعظم نے ان حضرات سے تین سوالات کئے، جو سلطان عبدالحمید خاں کو خلیفۂ شرعی تسلیم کرانے پر اصرار کرتے تھے۔

۱—— سلطان مراد کی معزولی کے بعد عبدالحمید خاں سلطان ترکی ہوئے۔ اگر سلطان مراد کو خلیفہ تسلیم کیا جائے تو سلطان عبدالحمید پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۲—— غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید کو معزول کردیا۔ اگر واقعی عبدالحمید خاں خلیفہ تھے تو مصطفےٰ کمال پاشا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۳—— جب سلطان عبدالحمید خاں کی خلافت سے انکار کفر تھا، تو جس نے اس کو معزول کیا اس پر اس سے بڑا فتویٰ لگانا چاہیئے تھے۔ مگر غازی مصطفےٰ کمال پاشا پر فتویٰ لگانے کے بجائے ان کو مبارکباد کے پیغام بھیجے گئے؟ (۲)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی ارکان خلافت پر زوردار انداز میں گرجتے ہوئے سوال کرتے ہیں:

کیا ان کو باغی وکافر کہا جائے گا، جس طرح شریف مکہ ملک الحجاز کو سلطان کی اطاعت سے سرتابی پر باغی اور واجب القتل کا حکم

---

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیات الممتحنۃ ص ۲۸

(۲) 〃 〃 〃 دوام العیش فی ائمۃ من القریش ۱۰

لگایا جا چکا ہے ؟ (۱)

آگے چل کر بڑے ناصحانہ انداز میں اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

انسان کو چاہئے کہ بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے قال وانجام پر نظر رکھے۔ جس کا آخر حسن ہو، اسے اختیار کرے ورنہ نہیں۔ تیرہ سو برس کے اجتماعی اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کا حاصل سوائے کشت وافتراق بین المسلمین اور کیا تھا۔ ترکوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ ہاں اختلاف مسلمین میں ایک اور اضافہ ہوگیا۔ (۲)

تحریک خلافت کے زمانہ میں سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ جو حضرات خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کی جدوجہد کر رہے تھے، وہ ہندؤں کی ہمنوائی کو احیاءِ خلافتِ اسلامیہ کے لئے ممد ومعاون سمجھ رہے تھے۔ اور جوش وجذبات میں اسلامی شعائر کو چھوڑ کر شعائر کفر اپنا رہے تھے۔ (۳) چنانچہ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ بھی لگوایا، ہندو لیڈروں کی ارتھیوں کو کندھا بھی۔ ہندو لیڈروں کو مساجد میں منبرِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پر بٹھایا۔ قرآن پاک کو مندروں میں لے جایا گیا وغیرہ۔ (۴)

حضرت مفتی اعظم کی زبانی اس حیرت انگیز کہانی کو سنئے اور دل ودماغ کے دریچے واکر کے ان پر لعنت بھیجئے :

نہ تم اپنے ماتھوں پر تلک لگواتے، نہ قشقہ کھنچواتے، نہ تم تلک کی ٹکٹی اٹھاتے اور اسے مرگھٹ تک پہنچاتے، نہ تم رام رام ست ست

۱۔ مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا۔ مقدمہ دوام العیش ص ۱۰

(۲) " " " مقدمہ دوام العیش ص ۱۱

(۳) مسعود احمد، ڈاکٹر، آئینہ رضویات ص ۱۵۶

(۴) الف: ہفت روزہ مدینہ، بجنور: بابت یکم اپریل ۱۹۲۰ء

ب: جمیل الرحمٰن قادری، مولانا: تحقیقات قادریہ ص ۳۷۔ مطبوعہ ۱۹۲۰ء بریلی

کہتے جاتے، نہ تم جے کار لگاتے۔ نہ تم انھیں مسجدوں میں لے جاتے، اور انھیں مسجد کے منبر پر مسلمانوں سے اونچا بٹھاتے۔ نہ تم انکو مسلمانوں کا واعظ بناتے..... شرم، شرم، شرم هل انتم منتهون ٥ نہ تم ہندؤں کے طاغوت گاندھی کو اپنا ہادی، اپنا رہبر، اپنا امام، اپنا پیشوا، اپنا راہنما، اپنا فخر کہتے۔ نہ تم اس کا اندھا دھند اتباع کرتے، نہ تم اس پر قرآن وحدیث کی تمام عمر نثار کرتے، نہ تم اسے مذکر مبعوث من اللہ جانتے، نہ تم اسے جبرائیل امین کا لقب روح اعظم دیتے۔ نہ تم اسے حضرو مسیح بلکہ تمام انبیاء، بلکہ سید الانبیاء، سے افضل بتاتے۔ نہ تم آج ہندؤں کی ہمتیں اتنی بڑھاتے کہ وہ یہ کہہ پاتے کہ مسلمانوں کے تمام مقامات مقدسہ بلکہ کعبہ مکرمہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ نہ تم یہ کلمۂ خبیثہ خود سنتے، نہ اوروں کو سنواتے۔ شرم، شرم، شرم هل انتم منتهون (۱)

یہ دلدوز کہانی سن کر ہر ذی ہوش وگوش کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتا، اسلام پر جب بھی کسی نے حملہ کیا چاہے انگریزوں کے ذریعے یا ہندؤں کے ذریعے یا خود نام نہاد مسلمانوں کے ذریعے فوراً مفتی اعظم قدس سرہٗ کی عزیمت وجلال اور اسلامی جذبے نے کروٹ لی۔ اور بے تابانہ تعاقب کیا۔ مفتی اعظم کا منشا تھا کہ کوئی بھی کام اسلامی حدود میں رہ کر کیا جائے۔ سیاست مذہب سے الگ تھلگ نہیں ہے۔ مگر قائدانہ صلاحیت ہونی چاہئے۔ اس بھیانک دور میں مفتی اعظم نے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی فرمائی اور لوگوں کو تحریک خلافت کے مضر اثرات سے آگاہ فرمادیا۔ امت مسلمہ کو سخت تنبیہہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

اے کاش! ـــــ مسلمان اب بھی بیدار ہوجائیں تو ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ ہنود بے بہبود کو ان کی اس دریدہ دہنی، ان کی اس ناپاک حرکت اور صریح گستاخی، اور سخت بدکلامی اور ہرزہ سرائی کا مزہ

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدی والارشاد ص ۲۲، ۲۳

چکھادیں۔ چھٹی کا دودھ یاد دلادیں۔ اور اپنے بزرگوں کی یاد تازہ فرمادیں۔ اسلام کا پرچم ان کے سروں پر لہرادیں، خدا کے پسندیدہ دین کا علم ان کے قلب و دماغ میں نصب کرادیں، شجرۂ اسلام ان کے سینوں میں لگادیں۔ مسلمانو! ——— اٹھو للہ، جلد اٹھو امتحان کا وقت ہے، آزمائش کا عہد ہے، دیکھو دیکھو کسوٹی پر پورے اترو۔ پیارے اسلام کی مدد کرو۔ اگر خدانخواستہ تم نے بے پروائی کی اور اس کی مدد نہ کی تو واللہ واللہ تم واللہ کہ اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا، اس کا ذرا نقصان نہ ہوگا، تم ہی بگڑ جاؤگے۔ تم ہی نقصان اٹھاؤگے۔ تم ہی ٹوٹا کھاؤگے۔ تم ہی خراب و خستہ دست و پابستہ قیامت میں آؤگے، بلکہ دنیا ہی میں اس بے حمیتی، اس بے حیائی، اس بے غیرتی کا طرا پاؤگے۔ اسلام کا مالک، اسلام کا حافظ اللہ واحد قہار ہے۔ وہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ (۱)

اتنی طویل گفتگو کے بعد شاید یہ بات ذہن میں آئے کہ حضرت مفتی اعظم اس بات کے مخالف تھے کہ ترکوں کو امداد پہنچائی جائے ——— ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ مفتی اعظم کا کہنا تھا کہ سلطان تو سلطان ہر مسلمان کو مدد پہنچا سکتے ہیں۔ واضح طور پر فرماتے ہیں:

سلطنت اسلام تو سلطنت اسلام ہے، سلطان تو سلطان ہیں۔ ہر فردِ مسلم پر ہر فرد مسلم کی خیرخواہی لازم ہے۔ الدین النصح لکل مسلم۔ ارشاد پاک حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر ناطق ہے۔ (۲)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ اور آپ کے والد بزرگوار امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے سخت ترین مخالف تھے۔ انگریز کی ایک ایک چیز سے نفرت تھی۔ بقول علامہ مفتی

---

(۱) مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا: طرق الہدیٰ والارشاد ص ۲۳، ۲۴

(۲) 〃 〃 〃 〃 ص ۵۳، ۵۴

اختر رضا خاں ازہری:

سیدی مفتی اعظم کی نظر کسی مسلمان کے گلے میں بندھی ہوئی ٹائی پر پڑتی تو فرماتے کہ یہ قرآن کا رد ہے۔ اور نصرانیوں کا مذہبی شعار ہے۔ فوراً گلے سے خود کھینچ لیتے۔ (۱)

مفتی اعظم ہند اپنے وقت کے جید عالم، مفکر اور مجدد تھے۔ یہی نہیں بلکہ ایک صاحب فکر و صاحب بصیرت مدبّر سیاست داں تھے۔ ان کی سیاسی سوجھ بوجھ نے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی، مسلمانوں کو خود غرض اور مفاد پرستوں سے آگاہ کرتے رہے۔ مگر آج کی گندی سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (۲) مفکر کی اہمیت اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے گھن گرج بادلوں کے ساتھ اٹھا اور چھاگیا، کتنے آدمی اس کی جماعت میں شریک ہوئے، کس حد تک اس نے دنیا میں انقلاب برپا کیا۔ مفکّر اور سیاسی بصیرت کی حامل شخصیت کی اہمیت اس بات میں حق و صداقت اور زندگی کی تعمیر و تشکیل میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (کراچی) تفصیلات بیان کرتے ہیں:

۱۔ زندگی میں حسن و صداقت کے کتنے نامعلوم پہلو اس نے اجاگر کیے؟

۲۔ جو صورت حال اس فکر کی محرک تھی، اس کے رد عمل میں کس مثبت اور قائم بالذات عمل کی تخلیق کی گئی۔

۳۔ وہ فکر زندگی کے لئے کیسے اعلیٰ مقاصد اور اقدار کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور ظلمت و بہیمیت سے نکال کر عدل و انصاف کی طرف لے جانے والا ہے؟

۴۔ اس کی فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو کس درجہ وسیع کیا جو اس وقت تک ممکن نظر نہ آتے تھے، جب تک وہ وقوع پذیر نہ ہو گئے؟

۵۔ اس کی فکر نے انسانی زندگی اور تاریخی ادوار پر کیسا اور کتنا اثر ڈالا ہے؟

---

(۱) اختر رضا خاں ازہری، علامہ: ٹائی کا مسئلہ ص ۳

(۲) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: شمع فروزاں ص ۲۰

مذکورہ بالا معیار فکر کو پیش نظر رکھ کر عدل و انصاف کے ترازو پر تو لئے پھر دیکھئے حضرت مفتی اعظم نے ملت اسلامیہ کو کیا کچھ عطا کیا۔ والد ماجد امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کے علاوہ وہ بلاشبہ تن تنہا میدان میں نظر آتے ہیں۔ زمانے کے نشیب و فراز نے کبھی بھی ان کی فکر میں کوئی لچک نہ پیدا کی۔ وہ اپنے وقت کے واحد قائد اعظم تھے۔ جو اپنی فکری بنیادوں میں معاصر شخصیات سے بھی آگے نکل گئے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی سیاست اور فکر تابناک نظر آتی ہے۔ ان کے افکار عالیہ میں ملت اسلامیہ کے لئے بہت کچھ ہے۔ ہماری قوم مسلم کا ملّی فریضہ ہے کہ ان کے مخفی خزانوں کو عالم آشکار کرے۔

تحریک آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس دہلی

کانگریس کا رول ہر جگہ جانبدار ہی رہا۔ چونکہ علماء اہلسنت حق پسند اور حق گو ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے کانگریسی علماء جو اس کے ہاتھ بکے ہوئے تھے ان کا فیور کرتی رہی ــــــ ایک زمانے کی بات ہے کہ کانگریسی حکومت ہند نے جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہلسنت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سنّیوں کو بالادستی کا حق دے دیا ــــــ ۱۹۶۰ء میں حکومت ہند نے ایک وقف ایکٹ کے ذریعے اہلسنت کے حقوق پامال کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی سازش کی، اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات، مساجد و مزارات کو ظلماً چھیننے کی کوشش کی۔

اس صورت حال کے پیش نظر شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا۔ اور دسمبر ۱۹۶۱ء کو آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس دہلی میں منعقد کی۔ اس کانفرنس میں ڈیڑھ لاکھ افراد نے والہانہ انداز میں شرکت فرمائی ــــــ یہ کانفرنس ایسی مؤثر اور کامیاب ثابت ہوئی کہ ایوان حکومت میں زلزلہ آگیا۔ وزیر اعظم ہند، اور دیگر صاحبان اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اور مسلمانوں کے مطالبات کو بغور سنا، اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح اہل سنت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے۔ اور مسلمانوں کی قدیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دستبرد و غیر مسلم حکومت سے محفوظ رہی ــــــ (۱)

آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے عظیم الشان اجتماع نے اپنے تشخص کی بات کہہ کر پورے ہندستان کو ہلا کر رکھ دیا ــــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرّہٗ کی

(۱) الف: ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف ص ۴ تا ۸، بابت جنوری ۱۹۶۲ء

ب: محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۸۰، م: لاہور ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

سرپرستی و ایما سے ہونے والی کانفرنس نے یہ ثابت کردیا کہ اگر سنی اوقاف میں ترمیم و تنسیخ کی گئی تو ہم برداشت نہیں کرسکتے، اور ہمارا اگلا قدم بڑا خطرناک ہوگا۔ پورے ملک میں احتجاج شروع ہوجائے گا ـــــ پھر کیا تھا کہ ہندوستان کی انتظامیہ اور برسراقتدار حکمرانوں کی چولیں ہل گئیں۔ اور حکومت وقت نے حضرت مفتی اعظم کی بات منظور کرلی۔

اس کانفرنس کی عظیم الشان کامیابی کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے کل ہند تعلیمی تنظیمی کانفرنس دہلی کے ذریعے ہندستان کے تمام سنی اداروں اور مدارس کو مربوط کرنے کی کوشش شروع کی، ـــــ ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کرنے، اور ان اداروں کے تفصیلی کوائف مرتب کرنے کے لئے وفد ترتیب دیا گیا ـــــ (۱)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مسلمانوں کے تنزل کے اسباب تلاش کرلئے تھے، کہ یہ قوم مسلم میں جو انحطاط و زوال ہے وہ صرف تعلیمی پسماندگی کا ہی نتیجہ ہے ـــــ اگر ہماری قوم تعلیم کے اسلحہ سے لیس ہوگی تو شعور و ادراک، فہم و فراست سے جذباتی نہ ہوگی، اور جب ایسا ہوگا تو پھر کوئی بھی مسلم قوم کا استحصال نہیں کرسکتا ـــــ حضرت مفتی اعظم چاہتے تھے کہ مسلم معاشرہ پاک وصاف رہے۔ معاشرتی نظام کی درستگی کے لئے تحریک میں کانفرنس اور جلسہ وجلوس کرتے رہے۔ حب رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا درس دیتے رہے۔ چونکہ وہ خود عاشق رسول تھے اور جو عاشق رسول ہوگا تو وہ قوم مسلم کو ناموس مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف دیکھنا چاہے گا۔

---

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۸۱/ بحوالہ نوری کرن جنوری ۱۹۶۲ء

نوٹ: تفصیلات جاننے کے لئے راقم السطور کی کتاب "تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ" کا مطالعہ فرمائیں۔ رضوی غفرلہٗ

جماعت انصار الاسلام بریلی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے سلطنت ترکی کی امداد کے لئے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں چار انتہائی سود مند تدبیریں ـــــ تدبیر فلاح ونجات واصلاح کے نام سے شائع کیں۔ اگر ان تدابیر کو اپنایا جاتا تو پوری قوم کا دینی اور معاشی نقشہ ہی بدل جاتا، وہ چار تدبیریں یہ ہیں:

۱ـــ سوا ان باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہے، اپنے معاملات باہم فیصلہ کرلیں، کہ کروڑوں روپے مقدمہ بازیوں میں نہ اڑائیں۔

۲ـــ مسلمان اپنی قوم کے ماسوا کسی سے کچھ نہ خریدیں کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہے۔

۳ـــ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان ـــــ اپنے بھائیوں کے لئے بنک کھولیں، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے۔ مگر اور سو طریقے نفع کے حلال فرمائے ہیں۔

۴ـــ سب سے اعظم ـــــ دین کی ترویج وتحصیل (ا)

امام احمد رضا بریلوی کے حکم سے جماعت انصار الاسلام بریلی کا قیام ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ہوا (۲)، امام احمد رضا بریلوی نے اس جماعت کو قائم کرکے سلطنت ترکی کی حمایت میں بہت کچھ کیا، اس کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ سلطنت اسلامی کی طرف مبذول کرائی گئی۔ مولانا شاہ سید آلِ رسول محمد میاں قادری مارہروی، امام احمد رضا محدث بریلوی اور جماعت انصار الاسلام بریلی کی مساعی حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آج (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگ بلقان ۱۲۔۱۹۱۱ء کے موقع

(ا) اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی: دوامع الحمیر، ص ۲۸، م: حسنی پریس بریلی

(ب) احمد رضا بریلوی، امام: تدبیر فلاح ونجات و اصلاح، ص ۳، ۴

(۲) محمد جلال الدین قادری: مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۷۳، م: مکتبہ قادریہ لاہور

پر انھوں نے سلطنت اسلامی اور مظلومین مسلمین کی اعانت و امداد کی مناسب و صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، عام طور پر شائع کیں۔ قولاً وعملاً ان کی تائید کی، خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی ——— اور اب بھی لوگوں کو صحیح مفید شرعی طریقے اعانت اسلام ومسلمین کے بتاتے رہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے، انھوں کیں ——— خود چندہ دیا، اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلوایا، مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد و اعانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظِ سلطنتِ اسلامی کو مفید و کارگر تدابیر بتائیں، یہ عملی کوشش نہیں تو کیا ہے؟ ——— اپنی جماعت انصار الاسلام قائم کی۔ (۱)

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے والد ماجد کے بعد وصال جماعت انصار الاسلام کی ساری ذمے داریاں خود سنبھالیں، اور جماعت کو تیز تر کرنے کے لئے استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کو جماعت انصار الاسلام کی نظامت سونپ دی ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حضرت مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کی تحریکی زندگی کا خاکہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زندگی سراپا حرکت تھی، وہ ہر جگہ متحرک نظر آتے ہیں ——— ابتدا سے لے کر انتہا تک حرکت ہی حرکت ——— جب کفر و اسلام کو یکجا کیا جا رہا تھا، بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جا رہا تھا ——— جو بے تابانہ آگے بڑھا، اس کو ملامت کی پرواہ نہ تھی ——— اس نے اسلام کی آبرو پر اپنی عزت آبرو قربان کر دی، اور سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچا لیا ——— طوفانی ہواؤں میں اس نے اسلام کی شمع روشن رکھی، بجھانے والوں نے اپنی سی کوشش کی، مگر

(۱) محمد میاں قادری مارہروی، سید، مولانا: برکات مارہرہ مہمانان بدایوں، ص ۱۳، ۱۱، م: بریلی شریف

اس نے بھی تن من، دھن کی بازی لگا دی، اور بجھنے نہ دی ——— اور جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہا، ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا ——— ان کی تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا ——— تو وہی تھا جو سینہ سپر ہو کر میدان میں آیا، وہ ایمان و یقین کا پاسدار تھا ——— وہ تہذیب و ثقافت کا محافظ تھا، اس نے ملت کی کشتی کو ڈوبنے نہ دیا ——— اس نے اللہ کے رنگ کو مٹنے نہ دیا، وہ انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا، وہ مسلمانوں کا خیر خواہ تھا ——— وہ مسلمانوں کا غم خوار تھا۔

عالم جوانی میں چلنے والی تحریکوں میں وہ آگے آگے رہا ——— وہ بریلی میں قائم ہونے والی جماعت رضائے مصطفےٰ، اور جماعت انصار الاسلام کا رکن رکین تھا ——— وہ جماعت جس نے مسلمانان عالم اور مسلمان ہند کی خیر خواہی کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتی تھی ——— (۱)

امام احمد رضا بریلوی کے تحریر کردہ چار معاشی نکات کو مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی نے عملی جامہ پہنایا، اور اس کی کامیابی کا سہرا جماعت انصار الاسلام کے سر ہے۔ مفتی اعظم نے اسی جماعت کے پلیٹ فارم سے اسلام کے خدمت میں وہ نمایاں کام انجام دیا ہے جس کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ جماعت انصار الاسلام بریلی کے ایک جلسے کی قرار داد کے چند نکات ملاحظہ ہوں ——— ان نکات سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ عنفوان شباب ہی سے مفتی اعظم کس نوعیت کی سیاست کے قائل اور عامل تھے۔ اور مسلمانوں کے لئے کیسا درد ان کے سینہ میں تھا ——— مندرجہ ذیل نکات حضرت مفتی اعظم کے برادر عم زاد مولانا حسنین رضا بریلوی نے شائع فرمائے:

۱ ——— حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد و اعانت۔

۲ ——— اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: شہزادۂ امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم، ص ۱۰، ۱م: رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۱۰ھ

٣ ـــ معاشرتی، تمدنی، اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی۔

٤ ـــ ترک وعرب اتحاد کے لئے کوشش وسعی۔

٥ ـــ خلاف شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ۔

٦ ـــ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا۔

٧ ـــ تجارت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شوق دلانا۔

٨ ـــ مسلمانوں کے لئے اسلامی خزانہ کے قیام، اور بیت المال کے لئے کوشش کرنا۔ (١)

حضرت مفتی اعظم بریلوی کے بھتیجے وخلیفہ اور مولانا حسنین رضا خاں کے فرزند اصغر مولانا محمد حبیب رضا خاں نوری (مفتی مرکزی دار الافتا بریلی) بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار مولانا حسنین رضا خاں یہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ:

> اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبلیغ دین کے لئے رسائل چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے تھے ـــ جس کی وجہ سے کافی زیر بار ہونا پڑتا تھا، اس ضرورت اور بعض دیگر اہم ضرورتوں کا لحاظ کر کے جماعت انصار الاسلام، اور جماعت رضائے مصطفےٰ کی تشکیل ہوئی، تاکہ رسائل اور دینی کتب جماعت اپنے صرفہ سے چھپوا کر تقسیم کرے ـــ اس جماعت نے بہت کام کئے، اور قلیل مدت میں بہت ترقی کی، یہاں تک کہ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین بھی جماعت میں شامل ہو گئے ـــ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زمانے میں وہ بزرگ جماعت انصار الاسلام، جماعت رضائے مصطفےٰ کے لئے چندہ ارسال فرماتے تھے۔ جماعت کی کامیابی کے لئے آستانہ غوث الوریٰ پر دعائیں کیا کرتے تھے ـــ (٢)

جماعت انصار الاسلام نے ہر وقت اور ہر موقع پر مسلمانان ہند کی رہنمائی کیلئے

(١) روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ش: ١٣ر مئی ١٩٢١ء/ بحوالہ ماہنامہ استقامت کانپور مئی ١٩٨٣ء/ ص ١٥٤

(٢) بروایت مولانا مفتی محمد حبیب رضا نوری، ٧ر رمضان المبارک، ١٢ر مارچ ١٤١٢ھ/ ١٩٩٢ء

تحریک چلائی اور اس کے سرپرست واراکین نے اسلام وسنت کو اپنے خون جگر سے سینچا، سرسبز وشاداب بنایا ـــ کتنی ہی آندھیاں آئیں اور بہت سے متزلزل لوگ اس ہوا کے جھونکے میں اڑ گئے، مگر جماعت انصار الاسلام کے پائے ثبات میں ذرا سی بھی لغزش نہ ہوئی۔

تحریکِ اِصلاحِ عقائد

اواخر تیرھویں صدی اور ابتدائے چودھویں صدی میں ہندستان میں زندگی بے لگام گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑ رہی تھی۔ طمع اور لالچ نے وہ جال پھیلایا تھا کہ ہر شخص اپنے پیر چادر سے باہر دیکھنے کا آرزومند تھا۔ نت نئے مسائل اور جدت طبع کی فراوانی تھی۔ خصوصاً مسلمانوں میں حمیّتِ دینی رو بہ زوال اور نفس پرستی عام ہو رہی تھی۔ ایسی مسموم فضا میں کسی عالم دینؔ کا روشِ دنیا سے علیٰحدہ رہنا اور اپنے حالات پر قناعت اختیار کرنا کرامت سے کم نہ تھا۔

پاکستان کے مشہور قلم کار جناب خواجہ رضی حیدر نے اس وقت کے ہندستان کی مذہبی حالت کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:

پورے ہندوستان میں مغربی افکار کو فروغ دیا جا رہا تھا' اور کتاب و سنت کو مسجدوں' حجروں تک محدود کرنے کی سازش اپنے ہی دینی بھائیوں کے ہاتھوں پروان چڑھ رہی تھی۔ اس سازش کے پیر جمانے میں مصلحت کوش علماء' بے دین دانشور اور جاہل عوام سب ہی یکساں مصروف تھے۔ اعمالِ شریعت اور اوصافِ طریقت پر شرک و بدعت کا لیبل لگا کر سنتِ اسلاف پر عمل کرنے والوں کو کافر و بدعتی ٹھہرایا جا رہا تھا۔ مصلحت کا یہ حصار کچھ اس قدر وسیع تھا کہ اس میں خود بہت سے نام نہاد صاحب شریعت و طریقت گرفتار تھے۔ سامراجی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی اس کوشش میں بعض ناعاقبت اندیش علماء تو اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ انھوں نے خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی ادائیگی کو بھی حاضر و غائب کی شرط لگا کر محدود کر دینا چاہا۔ اظہارِ عقیدت

کے ذرائع مسدود کر دینے کی یہاں تک جسارت کی گئی کہ اساتذہ کی دست بوسی بھی خلاف شریعت قرار پائی۔ غیر فطری سوالات اور مسائل اٹھائے گئے۔ نماز میں رسول مقبول کا خیال آنا جائز ہے یا ناجائز۔ رسول اللہ کو علمِ غیب تھا یا نہیں، بعد از نماز پیش امام سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے یا مسنون' بعد از نماز ذکر بالجہر واجب ہے یا متروک، بعد از تلاوت قرآنِ حکیم کو بوسہ دینا حرام ہے یا حلال' وغیرہ وغیرہ (۱)

منظم اور منصوبہ بند طریقے سے ایک سازش کے طور پر مسلمانوں کے سامنے مذہب کو نہایت ہی تنگ اور تلخ بنا کر پیش کیا گیا تاکہ مسلمان اکتاہٹ کا شکار ہو کر اس روحانی قوت سے کٹ جائیں جو چودہ سو برس سے ان کی سرخروئی اور افضلیت کا باعث بنی ہوئی تھی۔ یہ تحریک مسلمانوں کے ذہن و فکر اور عقیدے کو خراب کرنے کے لئے چلائی گئی' اور اس کے چلانے والے کافی معاوضے سے کام کرتے تھے۔ مگر سب کا مکروہ اور گھناونا چہرہ سب کے سامنے آگیا۔ (۲)

عرب دنیا میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی وہابیت تحریک کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی سے سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی متاثر ہو گئے۔ اور انھوں نے تقلید ائمہ سے انحراف کرتے ہوئے فقہ کی اہمیت سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں، جس کی بنا پر شدید ترین شرعی اور فقہی اختلافات رونما ہو گئے۔ چنانچہ ان دونوں کے قریب ترین دور میں علامہ فضل حق خیرآبادی' مولانا شاہ فضل رسول بدایونی' مفتی نقی علی خاں بریلوی' شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مفتی لطف اللہ علی گڑھی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی' مولانا عبدالقادر بدایونی' مفتی ارشاد حسین رام پوری، پیر سید مہر علی شاہ گولڑی' مولانا غلام دستگیر قصوری' علامہ وصی احمد محدث سورتی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ نے

(۱) خواجہ رضی حیدر' ادیب: تذکرہ محدّث سورتی' ص ۸۰'۸۱' سورتی اکیڈمی کراچی

(۲) محمد شہاب الدین رضوی: مولانا نقی علی بریلوی ص ۲۵ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۵ء

اس فتنے کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے علمی کاوشوں کا جال پورے ملک میں بچھا دیا۔ اور ہر ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاکر عوام الناس کے عقائد کی اصلاح فرمائی اور انکو حقیقت سے روشناس کرایا۔ سامراجی حکمرانوں کی سرپرستی میں اٹھائے گئے سوالات کا مفصل جواب دیا۔ اور ان تمام عقائد باطلہ کا رد فرمایا، جو اختلاف ملت اسلامیہ اور ترک مذہب کا باعث بن رہے تھے۔

چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں صدی کے آغاز میں مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی نے تحریک اصلاح عقائد میں نمایاں کردار ادا کیا، اور امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اختلاف وانتشار کی دلدل میں دھنسنے سے بچالیا۔ آپ کے اس عہد میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی، تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی، مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم میرٹھی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، برہان الملت مفتی برہان الحق جبل پوری، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، محدث اعظم ہند مولانا محمد میاں کچھوچھوی، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی، شمس العلماء قاضی شمس الدین جون پوری، حافظ ملت شاہ عبدالعزیز مبارک پوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن اڑیسوی وغیرہ نے اصلاح عقائد کی باضابطہ تحریکیں چلائیں، اور کثیر تعداد میں اس موضوع پر کتابیں منظر عام پر آئیں۔ مختصر پوسٹر اور پمفلٹ کے سہارے سے بھی اصلاح عقائد کی جدوجہد کی گئی۔ مفتی اعظم نے الموت الاحمر، ادخال السنان (١٣٣١ھ) القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرہ (١٣٤٣ھ) وقایہ اہلسنت عن مکر دیوبند والفتنہ (١٣٣٢ھ) وقعات السنان، نفی العار (١٣٣٢ھ) مقتل کذب وکید (١٣٣٢ھ) مقتل اکذب واجہل (١٣٣٢ھ) جیسی بے مثال تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان کتب کی علمی دھمک اہل باطل کے دلوں پر آج تک موجود ہے، اور اس کا کوئی بھی جواب آج تک نہ بن سکا۔

تحریک اصلاح عقائد کو باقی ودائم رکھنے والے ماضی قریب میں اور موجودہ عہد میں

ان معزز شخصیات کا نام سرفہرست آتا ہے۔ سید العلماء مولانا سید آل مصطفےٰ مارہروی، علامہ مشتاق احمد نظامی، مولانا عبدالمصطفےٰ اعظمی، مولانا محبوب علی خاں رضوی بمبئی، مفتی محمد طیب دانا پوری، مفتی رفاقت حسین کانپوری، مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی، مولانا ریحان رضا خاں رحمانی، جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری، علامہ مفتی شریف الحق امجدی گھوسی، مفتی مشاہد رضا خاں حشمتی پیلی بھیتی، مولانا ضیاء المصطفےٰ قادری اعظمی، مفتی عبدالمنان مبارک پوری، علامہ ارشد القادری دہلی۔ علامہ تحسین رضا خاں بریلوی وغیرہ۔

اسلامیان ہند کی فکری اور مذہبی رہنمائی کرنے والے جو تقریر سے زیادہ تحریر کے ذریعے اصلاح عقائد اور تعمیر شخصیت میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان میں صف اول کی یہ شخصیات قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر علامہ سید ظہیر احمد زیدی علی گڑھی، مفتی سید شاہد علی رامپوری، علامہ یٰسین اختر مصباحی دہلی، مفتی مطیع الرحمن مضطر پٹنہ، مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی۔ مولانا عبدالمبین نعمانی چریاکوٹی، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم دہلی، مولانا سید سراج اظہر رضوی بمبئی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہور، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی، شاہ تراب الحق قادری کراچی، مولانا فضل الرحمن مدنی، علامہ علوی مالکی مکی، مولانا قمر الزماں اعظمی لندن، مولانا بدر القادری ہالینڈ، مولانا قمر الحسن قمر بستوی امریکہ، مولانا الحاج محمد سعید نوری بمبئی وغیرہ وغیرہ۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ تمام حضرات میں اکثریت ان افراد کی ہے جو کسی نہ کسی حیثیت سے مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی سے ارادت یا خلافت یا شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے خلفاء کی ایک ایسی لمبی قطار امت مسلمہ کے لئے چھوڑی ہے جو مسلمانوں کو دین کا راستہ بتاتے رہیں گے۔ اور سیدھا راستہ یعنی صراط مستقیم پر چلاتے رہیں گے۔ بقول ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی:

> حضور مفتی اعظم ہند کے خلفاء ہی کی تعداد اتنی ہے جتنی بڑے بڑے پیروں کے مریدوں کی نہ ہوگی۔ یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ حضرت کے خلفاء نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ (۱)

---

(۱) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: مفتی اعظم ہند ص ۱۰۹، ۱۱۰، بریلی ۱۹۸۰ء

بحمدہٖ سبحٰنہ وتعالےٰ

یہ رسالہ ہدایت قبالہ کوری عجالہ نافع مقالہ حق کو روشن کرنے والا
باطل و اہل باطل کو خائب و خاسر بنانے والا روشن تحقیق مسئلہ خلافت و
جہاد ہنگامہ اتحاد بے بنیاد نامراد و تخم فساد قالع خیرون اتحادیان بہانہ
جزاؤھم عند ربھم بئس المھاد مسمے بنام تاریخی

طرق الہدیٰ والارشاد

الی

احکام الامارۃ والجہاد

۱۳ ھ ۴۱

مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل فخر الاماثل فاضل بن الفاضل بن الفاضل بن الفاضل
حضرت مولنا مولوی ابو البرکات آل الرحمن محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب
دوام بالفیوض والحسنات
باہتمام مولنا مولوی حاجی محمد حسنین رضا خان صاحب
جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا
نے اپنے صرف سے
مطبع فیض منبع حسنی بریلی محلہ سوداگران میں چھپوا کر شائع کیا

علاوہ محصول ڈاک قیمت ۵ | ۵۰۰ جلد

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لایزال ھذا الامر (ای الخلافۃ) فی قریش ما بقی من الناس اثنان (صحیحین)

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہمیشہ خلافت قریش کیلیے ہے جبتک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں

الحمد للہ سبحٰنہ

اس زمانہ میں اعلیحضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت شیخ الاسلام والمسلمین قدوۃ المحققین زبدۃ المدققین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] رسالہ مبارکہ عجالہ

مسمیٰ

حصہ اول

دوام العیش فی الائمۃ من قریش

۱۳۳۹ھ

جسمیں پچاس احادیث کریمہ ارشادات عظیمہ حضور پُرنور سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام اور بانوے ائمہ وعلمائے اعلام کے روشن کلام یعنی عبارات کتب تفسیر وحدیث وفقہ وعقائد وکلام سے اسکا عظیم ثبوت اور تحقیق تام کہ شرط قرشیت قطعی اجماعی ہے جسپر اجماع صحابہ کرام وتابعین فخام وسائر ائمہ امت ہے اور یہی مذہب مہذب اہلسنت وجماعت ہے نیز تمام مخالفین عموماً وخصوصاً مولوی فرنگی محلی اور مسٹر آزاد کے خیالات خام وباطل اوہام کا کافی رد وطرد ونقض وابرام ہے

مع نفیس وسلیس تمہید حمید

از تازہ افاضات وعمدہ افادات حضرت بالا منزلت خلف اصغر حضور اعلیحضرت مولانا مولوی ابو البرکات آل الرحمن محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم

بحسن اہتمام

جناب مولوی حسنین رضا خانصاحب مالک مطبع حسنی بریلی میں چھپا

بحمدہ تعالیٰ

یہ رسالہ ہدایت قبالہ نافع عجالہ باطلاع اہل باطل کی حقیقت کھولنے والا حق کو جگمگانے والا آفتاب کی طرح روشن بنانے والا اہل بطالت کے عذر عاطل ولا طائل کو فی النار کرنے والا کتاب نفیس وجلیل و مبارک مسمّی بنام تاریخی

الطاری الداری لھفوات عبد الباری

١٣٣٩ھ

حصہ اول

مؤلفہ حضرت مولنا مولوی ابوالبرکات آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم العالیہ

بصرف زر جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ بریلی

باہتمام جناب مولنا مولوی حاجی محمد حسنین رضا صاحب مدظلہم

سنی پریس بریلی میں طبع ہوا

بار اول ۵۰۰ مجلد علاوہ محصولڈاک قیمت ۴/

فصل سرورق چاک کی بخیہ گری مشکل اور اُس کا رفو محال

ملقب بہ

سوراخ در سوراخ

۱۳۴۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ

امر حق کا ظہور نور۔ نور آفتاب سے زیادہ ہو گیا اب اُس پر پردہ ڈالنا حماقت کی انتہا دکھاتا ہے

الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ حمد اُس خدائے واحد احد صمد قدوس جل مجدہ کو جس نے حق و اہل حق کی نصرت فرمائی اُنھیں اپنی حمایت میں لیا اور باطل و اہل باطل کو خائب و خاسر فرمایا اور اُن کا مُنہ کالا کیا جبھی تو وہ کچھ ایسے دست و پاچہ ہو رہے ہیں کہ کچھ بنائے نہیں بنتی وہ جو زبردستی جھوٹ کو سچ کر دکھلاتے تھے دھینگا دھانگی سے سچ کو جھوٹ بناتے تھے کچھ ایسے سراسیمہ و پریشان ہیں کہ توبہ ہی بھلی لاکھ لاکھ کوششیں کرتے ہیں کہ یہ مصیبت ٹل جائے مگر وہ ہے کہ نہیں ٹلتی نہیں ٹلتی نہیں ٹلتی۔

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازالہ کے حصے میں صرف اس عیارہ کی ضلالتیں شمار کریں اور اسکی جہالتوں سفاہتوں کے بیان کو دوسرے حصہ پر رکھیں مگر جب بفضل الٰہی و مدد حضور رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عیارہ کی تہ تک پہنچا تو اس نے عیارہ کی ہر بات کی تہ میں ضلالت ہی پائی چہارم رد کروں تہائی کروں آدھا کروں یونہیں کرتے کرتے سارا ہی رد کردیا بحمدہ تعالیٰ کچھ نہ بچا کہ حصہ دوم میں جاتا اور واقعی کہری شیر اور گھنی گئے پھر کچھ باقی رہ جانا تعجب ہی تھا ہم فہرست لکھیں گے عیارہ کو آگے رکھ لیجیے اسکی جوبات جو نرالی دیکھیے فہرست میں تلاش کر لیجیے بعونہ تعالیٰ اسکا شافی و وافی رد آپ کو مل جائیگا وللہ الحمد۔ البتہ ہمارے تین وعدے تھے اول صفحہ

اسکی بہت سی حماقتوں سفاہتوں خرافتوں کی تفصیل حصہ دوم میں آتی ہے بحمد اللہ تعالیٰ یہی حصہ میں دونوں قسم کے ساتھ تفصیلاً رد ہو گئیں ہاں یہ ضرور ہے کہ عیارہ کی باقی بعض جہالتیں باقی رہ گئیں جنکے رد سے فقط اتنا حاصل کہ عیارہ سخت جاہل۔ اسکا بیان تحصیل حاصل اور دیوبندیوں کی جہالتوں

کا حصر بھی مشکل ۵ فانوا الکفر عبد کل خطیئة + ما علی مثلہ یعد الخطاء + دوم صفحہ ۱۲ پر کہ تعدیل کے مقابل مبہمات مردود الجرح یہ ایک نہایت واضح و مشہور مسئلہ ہے اور جسقدر تقریر سبب سے گزر اخصوص اس مادہ میں نہایت کافی۔ پھر بھی انجاز وعد کے لیے دو چار عبارات کہ مفید ین کی تفصیل موجب تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق تحریر اور امام ابن امیر الحاج تقریر میں فرماتے ہیں اکثر الفقہاء ومنہم الحنفیة واکثر المحدثین ومنہم البخاری ومسلم لا یقبل الجرح الا مبینا سببہ امام اجل فخر الاسلام بزدوی اصول میں فرماتے ہیں اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجملا لان العدالة فی المسلمین ظاہرة خصوصا فی القرون الاولی فلو وجب الرد بمطلق الطعن لبطلت السنن الا تری ان شہادة الحاکم تمیز من ہذا ولا یقبل فیہا من المزکی الجرح المطلق فہذا اولی امام عبد العزیز بخاری اسکی شرح میں فرماتے ہیں اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجملا ای مبہما بان یقول ہذا الحدیث غیر ثابت او منکر او فلان متروک الحدیث او ذاہب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب

عالیجناب حضرت مولٰنا مولوی حاجی شاہ محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیب سجادۂ آستانۂ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران (مفتیٔ اعظم ہند) بریلی کا پیغام

ضروری التماس

بخدمات جملہ سنی اصحاب خصوصاً رضوی حضرات۔

عزیز سعید برادر دینی و یقینی حافظ افتخار ولیخاں صاحب رضوی سلمہٗ کو جو جذبۂ خدمت مذہب و ملت و حمایت سنت و اہلسنت و نکایت بدعت و اہل بدعت حاصل ہے۔ اس سے وہ نہایت قابل مبارکباد و لائق ہزار تحسین و آفرین ہیں مولی تعالیٰ انھیں زیادہ سے زیادہ توفیق خدمت دین و متین حمایت مذہب متین و نکایت مفسدین عطا فرمائے۔ ان کی خدمتوں کو شرف قبول بخشے ان کی خدمات سے اسلام و سنت و مسلمین کو نفع تام دے۔

سُنی صاحبان کی بے احساسی دینی و مذہبی رسالوں سے کم دلچسپی اور اس نازک ترین دور کی دقتوں کو دیکھتے ہوئے پھر اس دینی رسالہ تحفۂ رضویہ کا اجرا بڑی جرأت کا کام ہے جو غلبۂ جذبۂ حمایت و سُنت ہی کا اثر ہے۔ مولی تعالیٰ انھیں بہتر سے بہتر جزاء خیر دے اور ہزاراں ہزار برکات دارین سے انھیں مالامال فرمائے۔ سُنی مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ اور برغبت پڑھیں پڑھائیں خود خریدیں اوروں کو توجہ دلائیں اسکی تعداد بڑھائیں اسکی اشاعت اتنی بڑھائیں کہ ہر مسلمان گھر میں یہ رسالہ پہنچے۔ مسلمان کا ہر ہر فرد بچہ بوڑھا عورت مرد اسکے مضامین سے بہرہ مند ہو۔ نفع اٹھائے اور اسکے سبب ہر ضرر فتنہ و فساد و شر سے محفوظ رہے۔

علماء و رؤساء و عمائد اہلسنت اسکی سرپرستی فرمائیں۔ حافظ افتخار ولیخاں کے اس تحفۂ رضویہ کو ہر طرح دلچسپ اور دیدہ زیب کرکے سرمایۂ افتخار بنائیں اور اس خدمت دینی سے رضاء خداوندی و رضاء احمدی حاصل فرمائیں۔ فقط

فقیر مصطفٰے رضا غفرلہ

نوٹ:- ہر مسلمان کو تحفۂ رضویہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں محض دینی خدمت تصور کرتے ہوئے رسالہ کا خریدار بننا چاہیے تاکہ آئندہ اس کی اشاعت میں ترقی صفحات میں اضافہ۔ مضامین میں جاذبیت اور وقت کا صحیح انتظام ہوسکے چندہ ایک جلد (جس میں بارہ پرچے ہونگے) تین روپے بذریعہ منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں۔ (اراکین رضوی دارالاشاعت تحفۂ رضویہ پیلی بھیت)

پتہ:- افتخار ولی خاں کتب خانہ اہلسنت رجسٹرڈ نمبر ۲۰۵۲ پیلی بھیت۔ یو۔پی۔

نہایت ضروری گزارش

पोस्ट कार्ड
POST CARD
साथ का कार्ड जवाब के लिए
THE ANNEXED CARD IS FOR THE REPLY
केवल पता
ADDRESS ONLY

INDIA 10

Janab Hafiz Farooq Sahab
Qadri Noori Razvi
Madanpura Hatiya
Banaras U-P